

اشاعت نمبر: ۱۵۲

# احکام الأم

تدریب الافاء جامعہ جمبوسر، سال دوم، کے طلبہ کا سندھی مقالہ

مرتبین

مفتی اظہر الدین پنجابی / مفتی طلحہ چھوٹا ادے پوری

متعلمین تدریب الافاء، جامعہ جمبوسر



حسب ایماء وارشاد

حضرت اقدس مولانا مفتی احمد یولوی صاحب دامت برکاتہم

بانی و مہتمم جامعہ علوم القرآن جمبوسر



زیر نگرانی

مفتی فرید احمد کاوی



ناشر:

جامعہ علوم القرآن، جمبوسر، ضلع بھروچ، گجرات، الہند

# احکام الائم

تدریب الافاء جامعہ جمبوسر، سال دوم، کے طلبہ کا سندى مقالہ

## مرتبين

مفتى اظہر الدین پنجابی / مفتى طلحہ چھوٹا ادے پوری

متعلمين تدریب الافاء، جامعہ جمبوسر

حسب ایماء وارشاد

حضرت اقدس مولانا مفتى احمد دیولوی صاحب دامت برکاتہم

بانی و مہتمم جامعہ علوم القرآن جمبوسر

زیرنگرانی

مفتى فرید احمد کاوی

ناشر:

جامعہ علوم القرآن، جمبوسر، ضلع بھروچ، گجرات، الہند

- ◆ کتاب کا نام: احکام الام
- ◆ مرتب: مفتی اظہر الدین پنجابی/مفتی طلحہ چھوٹا دے پوری  
متعلمین تدریب الافاء، جامعہ جمبوسر
- ◆ حسب ایما وارشاد: حضرت مولانا مفتی احمد دیولوی صاحب دامت برکاتہم  
(بانی و مہتمم جامعہ علوم القرآن، جمبوسر)
- ◆ زیر نگرانی: مفتی فرید احمد کاوی، مدرس جامعہ علوم القرآن، جمبوسر
- ◆ سن اشاعت: شعبان ۱۴۳۹ھ مطابق اپریل، ۲۰۱۸
- ◆ اشاعت نمبر: ۱۵۱
- ◆ ناشر: جامعہ علوم القرآن، جمبوسر

JAMIA ULOOMUL QURAN, JAMBUSAR  
AT.PO. JAMBUSAR. DIST : BHARUCH.  
GUJARAT. INDIA. 392150

TEL : 02644-220786

jamiahjambusar@gmail.com

## فہرست عناوین

صفحہ	موضوعات	نمبر شمار
۱۱	افتتاحیہ	
۱۴	تقریظ	
۱۶	تمہید	
۱۹	شکر و سپاس	
۲۰	مقدمہ	
۲۰	بر الوالدین	
۲۰	شرعی حکم	
۲۴	غیر مسلم والدین کی فرمانبرداری	
۲۸	ماں کی اطاعت اور باپ کی اطاعت کے درمیان تعارض	
۳۱	حقوق والدین	
۴۱	والدین کے حقوق ان کی حیات میں	
۴۳	والدین کے حقوق ان کی وفات کے بعد	
۴۴	بچے کے متعلق کچھ عمومی احکام	
۴۴	بچہ شکم مادر میں	
۴۵	ولادت کے بعد	
۴۵	تحنیک کروانا	

۴۵	بچہ کے کان میں اذان و اقامت کہنا	
۴۵	نام رکھنا	
۴۶	عقیقہ کرنا	
۴۶	سر موٹانا	
۴۷	خنتہ کرانا	
۴۷	بچوں کو چومنا اور پیار کرنا	
۴۷	بچوں کے لئے تفریح	
۴۸	تربیت کے چند بنیادی نکات	
۵۰	والدین کی ذمہ داریاں	
۵۳	ام؛ لغوی اور اصطلاحی معنی۔	
۵۴	<b>کتاب الطہارة</b>	
۵۴	حالت جنابت میں بچے کو دودھ پلانا	
۵۴	بچے کی وجہ سے تیمم کرنا	
۵۵	<b>کتاب الصلاة</b>	
۵۵	نفاس کی حالت میں ماں کا بچہ کے کان میں اذان و تکبیر کہنا	
۵۶	ماں کے پکارنے پر نماز توڑنے کا حکم	
۵۸	بچہ کے رونے کی وجہ سے ماں کا نماز میں تخفیف کرنا	
۵۸	حاملہ عورت کی نماز جنازہ	

۵۹	مادر رحم میں مردہ بچے اور مردہ ماں کے پیٹ میں زندہ بچے کا حکم	
۶۰	<b>کتاب الزکوٰۃ</b>	
۶۰	ماں کو زکوٰۃ دینا	
۶۱	ایسے رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا جن کا نفقہ مزکی پر واجب ہو	
۶۱	سوتیلی ماں کو زکوٰۃ دینا	
۶۲	<b>کتاب الصوم</b>	
۶۲	بچے کی جان کے خوف سے روزہ توڑنا	
۶۳	حالت صوم میں بچے کے لیے روٹی چبانا	
۶۳	<b>کتاب الحج</b>	
۶۳	بیٹے کی کمائی سے ماں کی حج	
۶۵	والدہ کو عمرے کا ثواب	
۶۶	ماں کی طرف سے اولاد کا حج بدل	
۶۸	<b>کتاب البیع</b>	
۶۸	باندی کے حمل اور باندی کی بیع میں تفریق	
۶۹	غلام ماں بیٹے میں باعتبار بیع تفریق	
۷۰	<b>کتاب الاجارہ</b>	
۷۰	ماں کی خدمت پر اجرت لینا	
۷۱	ماں کو برائے خدمت اجرت پر رکھنا	

۷۱	خدمت کے علاوہ امور میں بیٹے کو اجرت پر رکھنا	
۷۲	اپنے بچوں کو دودھ پلانے کے لیے ماں کو اجرت دینا	
۷۳	<b>کتاب الہبة</b>	
۷۳	اولاد کے مابین ہدایا میں مساوات	
۷۴	اولاد کو دیے ہوئے ہبہ میں رجوع نہیں	
۷۵	<b>کتاب النفقة</b>	
۷۵	ماں کا اپنے بیٹے کے مال میں سے کچھ لینا	
۷۶	<b>کتاب الوصية</b>	
۷۶	ذوی القرباۃ کی وصیت کا مصداق	
۷۷	ذمی اور حربی ماں کے لیے وصیت	
۷۹	<b>کتاب الميراث</b>	
۷۹	ماں کے حق میراث کی تین حالتیں	
۸۱	<b>کتاب الرق</b>	
۸۱	آزادی اور غلامی میں بچہ ماں کے تابع ہوگا	
۸۱	آزاد سمجھ کر باندی سے کیے ہوئے نکاح کی اولاد کا حکم	
۸۳	بیٹا رضاعی ماں کا مالک بن جائے تو	
۸۴	<b>کتاب السير</b>	
۸۴	جہاد میں جانے کے لئے ماں کی اجازت لینا	

۸۵	سفر تجارت یا سفر طلب علم کے لیے والدین کی اجازت	
۸۷	بااعتبار دین بچہ کس کے تابع ہوگا؟	
۸۹	<b>کتاب النکاح</b>	
۸۹	ماں سے نکاح کی حرمت	
۹۲	ماں بیٹی کو نکاح میں جمع کرنا	
۱۰۰	ماں کو اولاد پر ولایت نکاح	
۱۰۱	بیٹی کو ماں پر ولایت نکاح	
۱۰۴	<b>باب اللعان</b>	
۱۰۴	لعان کی صورت میں ماں سے بچہ کے نسب کا ثبوت	
۱۰۸	<b>رضاعت کا بیان</b>	
۱۰۸	بچہ کو دودھ پلانے کی ذمہ داری کس کی ہے؟	
۱۱۲	مردہ عورت کے دودھ پینے سے حرمت کا حکم	
۱۱۳	دودھ بینک کا حکم اور رضاعت کا حکم	
۱۱۴	رضاعی ماں سے متعلق احکام	
۱۱۴	(۱) موجب حرمت رضاعت کی مقدار	
۱۱۵	(۲) مدت رضاعت	
۱۱۶	(۳) عورت کا دودھ ہو	
۱۱۷	(۴) باکرہ عورت کے دودھ سے حرمت رضاعت	



۱۱۸	(۵) غیر فطری طریقہ سے دودھ پہنچانا	
۱۱۸	(۶) ناک یا منہ میں دودھ ٹپکانے سے حرمت رضاعت	
۱۱۹	(۷) جدید آلات یا ننگلی سے براہ راست معدہ تک دودھ پہنچانے کا حکم	
۱۲۰	رضاعی ماں سے نکاح کی حرمت	
۱۲۱	رضاعی ماں کو دیکھنا اور اس کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنا	
۱۲۲	بیٹے کا نسبی یا رضاعی ماں کے ساتھ سفر کرنا	
۱۲۳	<b>حضانہ کا بیان</b>	
۱۲۷	بچہ پر ماں کا حق حضانہ کب تک	
۱۲۷	حق حضانہ کو ساقط کرنے والی چیزیں	
۱۲۷	اجنبی سے نکاح	
۱۲۸	سفر	
۱۳۱	فسق و فجور	
۱۳۱	ارتداد	
۱۳۲	کثرت خروج و اہمال	
۱۳۳	بچہ کی پرورش پر ماں کا اجرت طلب کرنا	
۱۳۵	ماں اور اولاد کے مابین نفقہ کا حکم	
۱۳۵	ماں پر بچہ کا نفقہ	
۱۳۶	بیٹے پر ماں کا نفقہ	

۱۳۷	بیٹا اگر ابوین میں سے فقط ایک کے نفقہ پر قادر ہو	
۱۳۷	کسب معاش پر قادر والدین کا نفقہ اولاد پر لازم ہے یا نہیں؟	
۱۳۹	<b>کتاب الجنایات</b>	
۱۳۹	ماں بیٹے کے درمیان قصاص کا حکم	
۱۴۰	بیٹا اگر ماں کو قتل کرے تو بیٹے سے قصاص لیا جائے گا	
۱۴۳	بیٹے کا ماں سے حق قصاص وصول کرنا	
۱۴۵	مادون النفس جنایت کا قصاص	
۱۴۶	بچہ کی وجہ سے ماں سے سزا کو مؤخر کرنا	
۱۴۷	مزنہ ماں سے حمل کی وجہ سے حد مؤخر کرنا	
۱۴۹	بچہ کی وجہ سے اسقاط حمل	
۱۴۹	شیر خوار بچہ کے ضعف کے اندیشہ سے ماں کا حمل ساقط کرانا	
۱۵۰	بچوں کی تعلیم و تربیت یا پرورش میں مشقت کے خوف سے اسقاط	
۱۵۰	بچوں کے درمیان فاصلہ رکھنا	
۱۵۴	<b>کتاب الحدود</b>	
۱۵۴	ماں کے ساتھ نکاح اور وطی کے سبب حدزنا	
۱۵۵	حد قذف	
۱۵۷	تہمت کے سبب ماں بیٹے کے درمیان حد قذف کا حکم	
۱۵۸	حد سرقہ	

۱۶۰	رضاعی ماں کا مال چوری کرنے پر حد سرقہ	
۱۶۱	<b>کتاب التعزیر</b>	
۱۶۱	تعلیم یا تادیب میں ماں کی مار سے بچہ کی موت	
۱۶۳	بیٹے پر زیادتی اور ظلم کرنے پر ماں کو سزا دی جاسکتی ہے	
۱۶۶	<b>کتاب القضاء والتحكيم</b>	
۱۶۶	اولاد اور والدین کا فیصلہ ایک دوسرے کے حق میں نافذ نہ ہوگا۔	
۱۶۶	اولاد اور والدین کا فیصلہ ایک دوسرے کے خلاف نافذ ہوگا	
۱۶۸	<b>کتاب الشہادت</b>	
۱۶۸	حقیقی ماں بیٹے کی گواہی ایک دوسرے کے حق میں قبول نہیں۔	
۱۶۹	رضاعی ماں بیٹے کی گواہی ایک دوسرے کے حق میں قبول ہوگی	
۱۷۰	ماں بیٹے کی گواہی ایک دوسرے کے خلاف قبول ہوگی	

## افتتاحیہ

الحمد لله و كفى و سلام على عباده الذين اصطفى .  
 ایک مربوط، منظم اور صالح معاشرہ کا قیام اور اس کی تعلیمات؛ اسلام کی خصوصیت ہے، ایسا معاشرہ جس کے ہر فرد کی دینی، دنیوی ضروریات خود کار طریقے سے انجام پاتی رہیں۔ اسلامی احکام میں پائے جانے والے اعتدال اور ارتباط کو دیکھا جائے تو یہ بات بخوبی سمجھ میں آجاتی ہے۔ پرورش، کفالت، ولایت، رشتہ نکاح کی حرمت و حلت، دیت و قسامت، عصبہ اور ذوی الارحام میں فرق، قرابت نسبی و صہری اور میراث، وغیرہ کے رشتے، احکام اور درجہ بندی میں غور کیا جائے تو یکے بعد دیگرے وہ حکمتیں، مصالح اور منافع سامنے آتے ہیں کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ان سب رشتوں کی زنجیریں اور کڑیاں انسان کو معاش اور معاد کے تمام شعبوں میں معاون اور مددگار بنائی گئی ہیں، دنیا میں انسان کو ان رشتوں سے قوۃ اور قوت نصیب ہوتی ہیں تو آخرت میں بھی ان رشتوں کو خدا تعالیٰ کی مرضی کے بعد یک گونہ شفاعت و مغفرت کا سبب مانا گیا ہے۔

انسانوں کے مابین اللہ نے قائم کیا ہوا ایسا ہی ایک رشتہ ماں اور اولاد کا ہے، محبت اور ممتا کے اس رشتہ کی اہمیت اور افادیت کے لیے اسلام نے جامع احکام اور ہدایات کے ذریعہ جس طرح انسانی معاشرہ کی رہ نمائی کی ہے، اس کی نظیر نہیں، اور افادیت اور جامعیت کے اعتبار سے دنیا نے آج تک اس سے بہتر نتیجہ خیز کوئی دوسری چیز نہیں دیکھی۔

ماں بیٹے کی رشتہ کی اہمیت ایک چھوٹی سی مثال 'رضاعی رشتہ' سے سمجھی جاسکتی ہے

غور کیجیے، کسی عورت سے دودھ پینے کی وجہ سے اجنبی بچہ اور دودھ پلانے والی عورت کے مابین رضاعی رشتہ کو ثابت مانتے ہوئے، نکاح کی حرمت تک کے احکام دے کر، اسلام نے رضاعت کے اس تعلق کو جس قدر عظیم بنا دیا ہے، اس کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ اسی سے اگر کوئی سمجھنا چاہے تو سمجھ سکتا ہے کہ اسلام کی نظر میں حقیقی ماں اور بچے کے درمیان پائے جانے والے تعلق کی عظمت اور اہمیت کیا کچھ ہوگی !

حدیث شریف میں 'ماں کے قدموں تلے جنت' (فِيانِ الْجَنَّةِ تَحْتَ رِجْلَيْهَا) فرمایا گیا ہے، یہ حدیث جہاں ماں کی خدمت کے اخروی ثواب کو بیان کرتی ہے، وہیں دنیوی راحت اور سکون کو بھی بیان کرتی ہے۔ یعنی کہ انسان کو جو سکون، چین، راحت، اور 'مرضی کی زندگی' ماں کے پاس میسر ہوتی ہے، وہ کسی اور جگہ نہیں، حتیٰ کہ بعض اوقات اپنے گھر میں اور اپنی بیوی کے پاس بھی نہیں۔

اس نشانِ عظمت و وقار کو شریعتِ اسلامیہ نے اس کے شایانِ شان امتیازی احکام سے نوازا ہے، اور تقریباً تمام ہی احکام میں لا تضار والدة بولدھا' کا اصول کارفرما نظر آتا ہے۔ آپ کے ہاتھوں میں موجود یہ کتاب اسی طرح کے احکام الام پر مشتمل ہے۔

جامعہ جمبوسر کے تدریب الافاء، سال دوم کے طلبہ کے لیے مناسب موضوع منتخب کرتے وقت ایک پہلو اگر یہ مد نظر تھا کہ طلبہ کی فقہ حنفی پر ایک اجمالی نظر ہو جائے، وہ ہیں دوسرا پہلو یہ مد نظر تھا کہ موضوع کے اعتبار سے 'ماں' سے متعلقہ احکام یکجا جمع کر دیئے جائیں، تاکہ اس سے قبل اسی طریقہ پر احکام الاب کے عنوان سے کام ہوا تھا، اس کے ساتھ اس موضوع کو بھی جفت کر دیا جائے۔ زیر نظر رسالہ درحقیقت عزیزم مولوی مفتی اظہر الدین پنجابی اور عزیزم مولوی مفتی طلحہ چھوٹا ادیپوری سلمہما اللہ تعالیٰ و

عاقاباً؛ کے ان سندی مقالوں کا مجموعہ ہے، جن کے ضمن میں دونوں حضرات کے مابین فقہ کے بعض بعض ابواب متعین کر کے 'ماں' سے متعلقہ احکام جمع کرنے کی ذمہ داری مفوض کی گئی تھی۔

ہمارا مقصود اس سے فقط یہی ہے کہ علم و عمل کے میدان میں آنے سے پیشتر مرحلہ تربیت میں ہی طلبہ میں پائی جانے والی استعداد اور قابلیت کو نکھارا جائے، کمی ہو تو اس کو دور کیا جائے اور پڑھنے، لکھنے اور بولنے میں خود اعتمادی پیدا کی جائے۔

الحمد للہ ہمیں خوشی ہے کہ طلبہ عزیز نے پوری کوشش کرتے ہوئے مختلف ابواب کا مطالعہ کر کے مسائل جمع فرمائے اور مقالے کو بہتر اور جامع بنانے کی پوری کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مساعی جمیلہ قبول فرمائے اور انہیں مزید علمی و عملی کاوشوں کے لیے موفق بنائے۔

اہل علم سے درخواست ہے کہ ایک نظر اس رسالہ کا ضرور مطالعہ فرمائیں گے اور کوئی فریاد گزارا نظر آئے یا کچھ کہنے کی ضرورت ہو تو ہمیں مطلع فرمائیں، جو کوئی جو کچھ تنبیہ و اصلاح فرمائے گا ہم اس کے ممنون اور وہ ہمارا مشکور ہوگا۔

مفتی احمد دیوبندی

خادم؛ جامعہ علوم القرآن، جبوسر

## تقریظ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم! وبعد

یہ ایک حقیقت ہے کہ ماں کی گود بچہ کی درسگاہ اول ہے اور یہ صرف کوئی مثل یا لوگوں کا تجربہ ہی نہیں بلکہ متعدد احادیث نبویہ ﷺ میں اس کی جانب واضح اشارے موجود ہیں، اسی درسگاہ سے ایک بچہ اخلاق حسنہ، اطاعت، فرمانبرداری اور دنیا میں زندگی گزارنے کے سلیقے، ڈھنگ اور طور طریقے تعلیم پا کر معاشرہ کا حصہ بنتا ہے، یہ سب اسی وقت ممکن ہے جبکہ ایک ماں خود صفات کاملہ کی حامل ہو، چنانچہ شریعت رشیدہ نکاح کے حوالہ سے یہ ہدایت دیتی ہے کہ مرد نیک صالح اور باکردار اولاد کی تحصیل کے لئے ایسی عورت کا انتخاب کرے جو خود بھی کریم النفس اور شریف النسب ہو اور اولاد کی صحیح تربیت کی ذمہ داری نبھانے کی بھی صلاحیت رکھتی ہو۔

اسلام۔ جس کی نمایاں خوبی ایک جامع و کامل مذہب ہونے کی ہے۔ نے متذکرہ بالا مقاصد کے پیش نظر اولاد کے حوالہ سے ماں پر لاگو ہونے والے حقوق و احکام قرآن و حدیث کی روشنی میں مفصل بیان کئے ہیں، جن کو پیش نظر رکھا جائے تو اولاد کی تربیت نہ صرف آسان ہو جاتی ہے بلکہ صالح اور دینی مزاج سے لیس افراد تیار ہوتے ہیں جس کے نتیجے میں ایک صالح معاشرہ بھی خود بہ خود تشکیل پاتا ہے، ضرورت صرف اس بات کی ہے کہ اس سے متعلقہ حقوق و احکام کی واقفیت حاصل کی جائے اور ان کو عملی جامہ پہنایا جائے، چونکہ یہ ماں کے سلسلہ کے احکام و حقوق قرآن و حدیث کے نچوڑ فقہ اسلامی کے منتشر اوراق میں بکھرے پڑے ہیں، جس کے سبب بیک وقت ان کا علم حاصل کرنا مشکل تھا، بنا بریں طالبان حق کی سہولت کے لئے ان احکام کو یکجا

جمع کرنا مناسب معلوم ہوا، اور اسی غرض کو پورا کرنے کے لئے پیش نظر کتاب ”احکام الام“ میں ماں سے متعلقہ شرعی احکام و حقوق کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

یہ اصلاً تو ایک مقالہ ہے، جامعہ کے تدریب الافاء (۱۴۳۸/۳۹) سال دوم کے طلباء: عزیز انم مولوی مفتی اظہر الدین پنجابی سلمہ اور مولوی مفتی طلحہ چھوٹا اُدے پوری سلمہ نے اپنے تخصص فی الفقہ کے سندی مقالہ کے طور پر جامعہ کے مؤقر استاذ رفیق محترم مولانا مفتی فرید احمد کاوی صاحب زید مجدہ کی زیر نگرانی تیار فرمایا ہے، یہ ایک طالب علمانہ کاوش اور نقش اول ہے، مذکور الصدر طلبہ نے اپنی بساط کے مطابق موضوع سے متعلق مستند مسائل جمع کرنے کی کوشش کی ہے، اور کافی حد تک مواد کو جمع کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ انکی اس سعی کو شرف قبول بخشے اور زور قلم اور زیادہ کریں، یہ نقش اول ان کے حق میں نقش آخر نہ رہتے ہوئے آئندہ بھی انہیں ہمہ جہتی خدمات کے سلسلہ میں موفق بنائے اور مشرف محترم برادر مفتی فرید صاحب کو جزائے خیر نصیب فرمائے اور آپ کے فیض کو عام اور تمام فرمائے۔ (آمین)

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و علی آلہ وصحبہ اجمعین۔

کتبہ

اسجد دیولوی غفرلہ

۲۹/رجب/۱۴۳۹ھ



## تمہید

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ

نسل انسانی کے وجود، نشوونما، پرورش اور بقاء میں 'ماں' کا جو مقام ہے، اسے لفظوں میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ یہ مقام انسانی فکر و خیال کا منہا ہے، اسی لیے کسی بھی چیز کے مآخذ و منبع کو اور وسیلہ وجود و بقا کو 'ماں' سے موسوم و ملقب کر کے بیان کیا جاتا ہے اور سمجھایا جاتا ہے۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں والدین کے؛ اور خاص کر ماں کے مقام و حقوق کو جس اہتمام سے بیان کیا ہے، اس نے انسانی دنیا میں ماں کی حیثیت اور عظمت کو ایک نئی بلندی عطا کر دی ہے۔ قرآن کریم میں ان احسانات اور قربانیوں کا بھی خاص ذکر فرمایا ہے، جس کی وجہ سے والدین کو اور خاص کر 'ماں' کو امتیازی مقام سے نوازا گیا ہے۔ سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں ماں کے جذبات کو کئی تَقَرَّرَ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنُ اور اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِي بِهٖ لَوْلَا اَنْ رَبَّنَا عَلٰى قَلْبِهَا سے بیان فرمایا ہے، تو دوسرے مقامات پر حمل اور وضع حمل کی تکالیف بھی خصوصی اہتمام سے ذکر کی گئیں ہیں۔

حمل کا نرمادہ ہونا کسی کو معلوم نہیں ہوتا؛ ایک مرتبہ استقرار حمل کے بعد ۹ ماہ کے طویل عرصہ تک حمل باقی رہے گا یا نہیں؟ اس دوران کیا تکالیف پیش آئیں گی؟ بچہ کیسا ہوگا؟ تام الخلق؟ خوب صورت؟ ہوشیار؟ کچھ معلوم نہیں۔ اس سے بہت کم فکر و اندیشے کی بنیاد پر ہم بہت بڑے فوائد چھوڑ دیتے ہیں؛ مگر بچے کو دنیا میں وجود آشنا کرانے کا وہ جذبہ جو خدا تعالیٰ نے ماں کے دل میں ودیعت کر رکھا ہے، ماں کو وہ حوصلہ

دیتا ہے، جس سے ماں اپنی جان پر کھیل کر بھی بچے کو زندگی بخشنے پر آمادہ ہو جاتی ہے۔  
 پھر قرآن کریم میں فقط ماں کی قربانیوں کے ذکر پر اکتفاء نہیں فرمایا؛ بلکہ اللہ رب  
 العزت نے اپنے تکوینی نظام کے مطابق ماں کی قربانیوں کے اعتراف میں اس کے  
 بہت کچھ حقوق دنیا میں بھی اولاد پر لازم کر دیے۔ علی الاطلاق حسن سلوک کی اتنی تاکید  
 کہ 'ا ف' تک نہ کہا جائے، خدا و رسول کے بعد فقط والدین کے لیے ہی ہے۔

چنانچہ قرآن و حدیث کے مخاطب اور علوم اسلامیہ کے امین اور علم بردار؛ علماء  
 کرام نے منشاءِ خداوندی کو سمجھ کر انسانوں کے مابین جب حقوق و فرائض کے درجات  
 متعین کیے تو 'ماں' اور باپ کے لیے؛ اور ان دونوں میں بھی 'ماں' کے لیے خاص  
 امتیازی حقوق نصوص سے مستنبط کر کے بیان فرمائے ہیں۔

اسی لیے فقہی احکام میں ہم دیکھتے ہیں کہ کسی معاملہ میں اگر ایک فریق 'ماں' ہے تو  
 حکم یکسر بدل جاتا ہے۔ مثلاً نماز توڑ دی جائے گی، قصاص ساقط ہو جائے گا، سفر جہاد  
 روک دیا جائے گا، وغیرہ؛

علم فقہ کا موضوع 'مکلف کے افعال' ہیں؛ اور زندگی کے مختلف مراحل میں  
 انسان پر لازم ہونے والے مختلف احکام؛ نماز و زکوٰۃ، بیع و شراء، نکاح و طلاق، کفارہ و  
 حدود؛ وغیرہ عنوان سے کتب فقہ میں عمومی انداز میں ذکر کیے ہیں، پھر مکلف کی کسی  
 مخصوص حالت و حیثیت؛ مثلاً مریض و مضطر، صغیر و بالغ وغیرہ کے اعتبار سے بدلنے  
 والے احکام بھی اسی باب کے تحت مذکور ہوتے ہیں۔ مکلف کی ایسی خاص حالت سے  
 متعلق مسائل کو تالیف کتاب کا موضوع بنانے کا رواج کم ہے۔

تدریب الافقاء، سال دوم، جامعہ علوم القرآن، جبوسر، سے تکمیل کرنے والے

طلبہ کے سندھی مقالے کا عنوان طے کرنے میں، مکلف کے خاص احوال کے عنوان سے مختلف احکام شرع کو یکجا ذکر کرنے کے یہ نئی ترتیب اس لیے اختیار کی گئی کہ اس طریقہ سے مختلف ابواب فقہ میں مختلف اشخاص کے اعتبار سے منتشر مسائل و احکام یکجا میسر آجائیں اور ساتھ ہی ایسے مسائل کی تلاش و جستجو اور پھر اسکی تحریر و تنقیح کے ذریعہ فقہ اسلامی کے متعدد ابواب تک طالب علم کی ایک گونہ رسائی بھی ہو جائے۔

تدریب الافقاء میں زیر تعلیم عزیزان مولوی مفتی اظہر الدین پنجابی سلمہ اور مولوی مفتی طلحہ چھوٹا ادیپوری سلمہ کو مشترکہ طور پر یہ موضوع دیا گیا تھا، چنانچہ کتاب الطہارۃ سے کتاب السیر ختم تک کے مسائل مولوی طلحہ چھوٹا ادیپوری نے جمع کیے ہیں اور کتاب الزکاح سے کتاب الشہادت تک کے مسائل مولوی اظہر الدین پنجابی نے جمع کیے ہیں، اسی طرح مقدمہ بھی عزیزم مولوی مفتی اظہر الدین پنجابی نے ترتیب دیا ہے۔ طلبہ کی اس جمع و ترتیب میں استیعاب مقصود نہ تھا اور نہ ہی قلیل وقت میں وہ ممکن تھا، پھر بھی انہوں نے مقدور بھر سعی کرتے ہوئے تمام ابواب کا مطالعہ کر کے مسائل جمع کرنے کی بہترین کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی مساعی کو قبول فرمائے، دوسروں کے لیے بھی نافع بنائے اور انہیں علمی اور فقہی میدانوں میں مزید خدمات کی توفیق سے نوازے۔ آمین۔

فرید احمد بن رشید کاوی، مدرس جامعہ علوم القرآن، جبوسر۔

یکم شعبان ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۷، اپریل، ۲۰۱۸ء۔

## شکر و سپاس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اولاً ہم اس معبود حقیقی کے بے پایاں شکر گزار ہیں جس نے ہماری نااہلی کے باوجود تحصیل علم کے لئے ہمارا انتخاب فرما کر ہمیں اس کارِ خیر میں مشغول فرمایا۔

ثانیاً ہم شکر گزار ہیں اپنے والدین اور مشفق و مربی اساتذہ کرام کے جن ہوں نے ہماری تعلیم و تربیت کے لئے اپنا جان و مال اور اپنے قیمتی اوقات و صلاحیتوں کو ہمارے اوپر صرف کیا، اللہ تعالیٰ ان تمام کو اپنی شایان شان دارین میں بہترین بدلہ عنایت فرمائے۔

تدریب الافاء سال دوم کے آغاز میں جب 'احکام الام' کا عنوان طے کر کے جمع مسائل کا مکلف کیا گیا، تو ہم اپنی کم علمی و نادانی کے سبب خود کو اس بات کا اہل نہیں سمجھتے تھے کہ فقہ کے وسیع ذخیرے میں سے فقط ماں سے متعلق احکام و جزئیات کا استخراج کر سکیں۔ البتہ اساتذہ و مربیان کی رہنمائی شامل حال رہی اور یہ جو کچھ بھی اس وقت آپ کے سامنے ہے وہ اساتذہ و مربیان کے رہنمائی میں کی گئی ہماری ناقص کوششوں کا نتیجہ ہے۔ ہمیں اس بات کا پورا احساس ہے کہ ہم نے اپنی ذمہ داری کما حقہ پوری نہیں کی ہے، لیکن مشفق و مربی حضرت اقدس حضرت مہتمم صاحب کی ذرہ نوازی ہے کہ وہ اس مقالہ کو شائع کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ صحت و عافیت کے ساتھ ان کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور طالبانِ علوم نبوت نیز مادرِ علمی کے لیے

ان کی انتھک قربانیوں کو حسن قبول سے نوازے۔ اس مقالہ کی تیاری میں رہنمائی فرمانے والے حضرات اساتذہ کرام کا بھی تادل سے شکریہ ادا کرتے ہیں، جنہوں نے از اول تا آخر خصوصی توجہ فرمائی اور مسائل کو مدلل و متیح کرنے کے لئے مناسب مشوروں اور اصلاحات سے نوازا، اللہ تعالیٰ ان تمام کو دارین میں سرخ رو بنا کر کامیابی سے ہم کنار فرمائے۔

اخیر میں اللہ تعالیٰ کے حضور دعا گو ہیں کہ وہ ہماری اس ناقص سعی و کوشش کو قبول فرما کر ہمیشہ اخلاص و استقامت کے ساتھ مزید دینی خدمات کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

از: اظہر الدین پنجابی / طلحہ چھوٹا دیپ پوری۔ معلمین، تدریب الافاء، جامعہ جمبوسر۔

## مقدمہ :

والدین کے ساتھ حسن سلوک ، والدین کے حقوق ، بچے کے متعلق عمومی احکام اور دیگر مباحث

### بروالدین :

تعریف: ۱۔ لغت میں برّ کے معانی خیر، فضل، صداقت، طاعت اور صلاح وغیرہ ہیں۔

اصطلاح میں اس کا غالب استعمال نرمی و محبت آمیز لطیف و نرم گفتگو کے ذریعہ حسن سلوک، نفرت پیدا کرنے والی ترش کلامی سے گریز اور ساتھ ساتھ شفقت و عنایت، محبت، مال کے ذریعہ حسن سلوک اور دیگر نیک اعمال کے لئے ہوتا ہے۔

”ابوین“ دراصل باپ اور ماں ہیں۔

لیکن یہ لفظ (ابوین) دادا اور دادیوں کو بھی شامل ہے، ابن الممذرفر مانتے ہیں: اجداد آباء ہیں اور جدات مائیں ہیں، تو انسان ان کی اجازت سے ہی غزوہ کرے گا، اور مجھے اس لفظ کا کوئی ایسا مفہوم معلوم نہیں ہے جس سے ان کے علاوہ بھائیوں یا دوسرے کسی رشتہ دار کو یہ حق حاصل ہوتا ہو۔

### شرعی حکم:

۲۔ اسلام نے والدین کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے، ان کی فرمانبرداری اور ان کے ساتھ حسن سلوک کو افضل نیکیوں میں شمار کیا ہے، ان کی نافرمانی سے روکا

ہے اور اس کی سخت ترین ہدایت دی ہے، جیسا کہ درج ذیل حکم قرآنی میں وارد ہوا ہے:

”وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا، إِمَّا يَبُلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرُهُمَا وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا۔“ (الاسراء: ۲۳)

(اور تیرے پروردگار نے حکم دے رکھا ہے کہ بجز اسی (ایک رب) کے اور کسی کی پرستش نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک رکھنا، اگر وہ تیرے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں ان دونوں میں سے ایک یا وہ دونوں تو تو ان سے ہوں بھی نہ کہنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے ادب کے ساتھ بات چیت کرنا اور ان کے سامنے محبت سے انکسار کے ساتھ جھکے رہنا اور کہتے رہنا کہ اے میرے پروردگار ان پر رحمت فرما جیسا کہ انہوں نے مجھے بچپن میں پالا، پرورش کی)، اس میں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی عبادت اور توحید کا حکم دیا، اور اس کے ساتھ والدین کی فرمانبرداری کا ذکر فرمایا، آیت میں لفظ ”قضى“ کا معنی یہاں پر حکم دینا، ضروری قرار دینا اور واجب کرنا ہے۔

اسی طرح والدین کے شکر کو اپنے شکر کے ساتھ جوڑتے ہوئے فرمایا:

”أَنَّ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ“ (سورة لقمان: ۱۴)

(کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کیا کر، میری ہی طرف واپسی ہے) ایمان کی نعمت پر اللہ کا اور تربیت کی نعمت پر والدین کا شکر ادا کیا جائے گا،

سفیان بن عیینہ فرماتے ہیں:

”جس نے پانچ وقتوں کی نماز پڑھی اس نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، اور جس نے نمازوں کے بعد اپنے والدین کے لئے دعا کی اس نے والدین کا شکر ادا کیا۔“ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کون سا عمل اللہ کے نزدیک زیادہ محبوب ہے؟ فرمایا: ”الصلاة على وقتها“ (وقت پر نماز، راوی نے پوچھا: پھر کون سا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”بر الوالدین“ (والدین کے ساتھ حسن سلوک)، راوی نے دریافت کیا: پھر کون سا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”الجهاد في سبيل الله“ (اللہ کی راہ میں جہاد)، نبی اکرم ﷺ نے خبر دی کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک نماز کے بعد جو اسلام کا سب سے اہم ستون ہے سب سے افضل عمل ہے۔

حدیث میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کو جہاد پر مقدم رکھا گیا، اس لئے کہ وہ فرض عین ہے جس کی انجام دہی اسی پر متعین ہے، کوئی دوسرا اس میں اس کی نیابت نہیں کر سکتا، چنانچہ ایک شخص نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرض کیا کہ میں نے نذرمانی ہے کہ غزوہ روم میں شرکت کروں اور میرے والدین مجھے منع کرتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے والدین کی بات مانو، روم کے غزوہ میں تمہارے علاوہ دوسرے بھی شریک ہو سکتے ہیں۔

اور اللہ کی راہ میں جہاد فرض کفایہ ہے، کچھ لوگ انجام دے لیں تو بقیہ لوگوں سے فریضہ ساقط ہو جائے گا، لیکن والدین کے ساتھ حسن سلوک فرض عین ہے، اور

فرض عین فرض کفایہ سے زیادہ قوی ہے۔

اس مفہوم میں بہت ساری احادیث مروی ہیں، چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمرو سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور غزوہ میں شرکت کے لئے اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”أحي والداك؟“ (کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟) اس نے کہا: ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”ففيهما فجاهد“ (تو ان ہی (کی خدمت) میں جہاد کرو)۔

سنن ابوداؤد میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا: میں آیا ہوں کہ آپ سے ہجرت پر بیعت کروں، اور میں اپنے والدین کو روتا ہوا چھوڑ کر آیا ہوں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”ارجع إليهما فأضحكهما كما أبكيتهما“ (ان کے پاس جا اور انہیں ہنسا جس طرح ان کو رلایا ہے)۔

ابوداؤد میں ہی حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص یمن سے ہجرت کر کے رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا، آپ ﷺ نے پوچھا: ”هل لك أحد باليمن؟“ (کیا یمن میں تمہارا کوئی ہے؟) اس نے کہا: والدین ہیں، آپ ﷺ نے پوچھا: ”أذنالك؟“ (کیا انہوں نے تمہیں اجازت دی؟) کہا: نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ”فارجع فاستأذنهما فإن أذنالك فجاهد وإلا فبرهما“ (تو جاؤ ان دونوں سے اجازت مانگو، اگر وہ اجازت دیں تو جہاد کرو ورنہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرو)۔



لیکن یہ حکم اس وقت ہے جب نفیر عام (عام منادی) نہ ہو، ورنہ اس صورت میں گھر سے نکلنا فرض عین ہوگا، کیونکہ اس وقت تمام لوگوں پر دفاع اور دشمن کا مقابلہ ضروری ہوتا ہے۔

اور جب والدین کے ساتھ حسن سلوک فرض عین ہے تو اس کے برعکس (یعنی نافرمانی) حرام ہوگا بشرطیکہ کسی شرک یا معصیت کے کرنے کا حکم نہ ہو، کیونکہ خالق کی نافرمانی کر کے مخلوق کی اطاعت نہیں کی جاسکتی۔

### غیر مسلم والدین کی فرمانبرداری:

۳۔ والدین کے ساتھ حسن سلوک فرض عین ہے جیسا کہ گذرا، یہ حکم والدین کے مسلمان ہونے کے ساتھ مخصوص نہیں، بلکہ اگر وہ کافر ہوں تو بھی ان کی فرمانبرداری اور ان کے ساتھ حسن سلوک واجب ہے بشرطیکہ وہ اپنے بیٹے کو شرک یا معصیت کے ارتکاب کا حکم نہ دیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَا يَنْهَاكُمْ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُواكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُواكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ وَتُقْسِطُوا إِلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ (ممتحنہ: ۸)

(اللہ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ حسن سلوک اور انصاف کرنے سے نہیں روکتا جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا، بے شک اللہ انصاف کا برتاؤ کرنے والوں ہی کو دوست رکھتا ہے)۔

پس ضروری ہے کہ والدین کے ساتھ محبت آمیز نرم و لطیف انداز میں گفتگو کرے، نفرت پیدا کرنے والی ترش کلامی سے گریز کرے، ایسے الفاظ سے انہیں

نفع پہنچائے، تنگ دلی، اکتاہٹ یا فاف کا اظہار نہ کرے، نہ انہیں جھڑکے، بلکہ ان کے ساتھ بیٹھے بول بولے۔

صحیح بخاری میں حضرت اسماءؓ سے مروی ہے، فرماتی ہیں: میری والدہ آئیں، وہ مشرکہ تھیں، قریش کے عہد اور ان کی مدت میں جب کہ انہوں نے حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ حضور ﷺ سے معاہدہ کیا تھا، میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ میری والدہ آئی ہیں اور وہ اسلام سے بیزار تھیں، کیا میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”نعم، صلی أمك“ (ہاں، اپنی ماں کے ساتھ صلہ رحمی کرو)۔

ان ہی سے ایک دوسری روایت میں ہے فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے عہد میں میری ماں راغب ہو کر میرے پاس آئیں میں نے نبی ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، ابن عیینہ فرماتے ہیں کہ اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

”لَا يَنْهَاكُمُ اللَّهُ عَنِ الَّذِينَ لَمْ يُقَاتِلُوكُمْ فِي الدِّينِ وَلَمْ يُخْرِجُوكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوهُمْ“ (ممتحنہ: ۸)

(اللہ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ حسن سلوک اور انصاف کرنے سے نہیں روکتا جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا)۔ اور اسی بابت اللہ کا حکم ہے:

”وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا وَإِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ“

(عنکبوت: ۸)

(اور ہم نے حکم دیا ہے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کا لیکن اگر وہ تجھ پر زور ڈالیں کہ تو کسی چیز کو میرا شریک بنا جس کی کوئی دلیل تیرے پاس نہیں تو تو ان کا کہنا نہ ماننا تم سب کو میرے ہی پاس آنا ہے میں تمہیں بتلا دوں گا کہ تم کیا کچھ کرتے رہتے تھے)۔ کہا گیا ہے کہ حضرت سعد بن وقاص کے سلسلہ میں یہ آیت نازل ہوئی، چنانچہ مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں اپنی والدہ کا فرمانبردار تھا، میں نے اسلام قبول کر لیا تو انہوں نے کہا: تم یا تو اس دین کو چھوڑو ورنہ میں نہ کھاؤں گی نہ کچھ پیوں گی یہاں تک کہ مر جاؤں، تو تجھے عار دلایا جائے گا اور کہا جائے گا: اے اپنی ماں کے قاتل۔۔۔۔۔ میری ماں ایک دن اور پھر دوسرا دن اسی حال میں رہی تو میں نے کہا: اے اماں! اگر آپ کی سوچائیں ہوں اور ایک ایک کر کے ساری جائیں نکل جائیں تو بھی میں اپنے اس دین کو نہیں چھوڑوں گا، آپ چاہیں کھالیں یا نہ کھائیں، جب انہوں نے ایسا (میرا عزم) دیکھا تو کھالیا۔“

غیر مسلم والدین کے لئے ان کی زندگی میں دنیاوی رحمت کے لئے دعا کرنے کے مسئلہ میں اختلاف ہے جس کا قرطبی نے ذکر کیا ہے۔

لیکن ان کے لئے استغفار ممنوع ہے، دلیل یہ قرآنی آیت ہے:

”مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي

قُرْبَىٰ“۔ (توبہ: ۱۱۳)

(نبی اور جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کے لئے جائز نہیں کہ وہ مشرکوں کے

لئے مغفرت کی دعا کریں اگرچہ وہ (مشرکین) رشتہ دار ہی ہو) یہ آیت نبی ﷺ کے اپنے چچا حضرت ابوطالب کے لئے استغفار کرنے اور بعض صحابہ کے اپنے مشرک والدین کے لئے استغفار کرنے کے سلسلہ میں نازل ہوئی، ان کی وفات کے بعد ان کے لئے استغفار کی ممانعت اور اس کی حرمت اور ان کی روح پر صدقہ نہ کرنے پر اجماع منعقد ہو چکا۔

کافر والدین کے لئے ان کی زندگی میں استغفار کے مسئلہ میں اختلاف ہے، کیونکہ وہ اسلام لاسکتے ہیں۔

اگر کافر والدین فرض کفایہ جہاد میں نکلنے سے اس کو اس لئے روکیں کہ اس پر اندیشہ ہو اور ان کو چھوڑ کر اس کے جانے سے اپنے لئے مشقت محسوس کرتے ہوں تو حنفیہ کے نزدیک ان کو اس کا حق ہے، والدین کی اطاعت و فرمانبرداری کرتے ہوئے ان کی اجازت سے ہی وہ نکلے گا، لیکن اگر وہ اسے جہاد سے اس لئے روک رہے ہوں کہ اپنے ہم مذہب لوگوں کے ساتھ قتال کو وہ ناپسند کر رہے ہوں تو پھر وہ ان کی اطاعت نہیں کرے گا بلکہ جہاد میں نکل جائے گا۔

مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک ان کی اجازت کے بغیر جہاد کے لئے نکلنا جائز ہے، کیوں کہ وہ دونوں دین میں مہتمم ہیں، البتہ مالکیہ کے نزدیک اگر کسی قرینہ سے شفقت وغیرہ کا پتہ چل رہا ہو (تو ان کی اجازت لی جائے گی)۔ ثوری فرماتے ہیں: اگر جہاد فرض کفایہ ہو تو والدین کی اجازت سے ہی غزوہ میں شریک ہوگا۔

لیکن اگر جہاد متعین ہو جائے میدان جنگ میں صف بندی یا دشمن کے محاصرہ یا امام المسلمین کی جانب سے اعلان عام کی وجہ سے، تو اس وقت والدین کی اجازت ساقط ہو جائے گی، اور ان کی اجازت کے بغیر اس پر جہاد واجب ہوگا، کیونکہ اب تمام لوگوں پر جہاد کے فرض عین ہونے کی وجہ سے اس پر بھی نکلنا واجب ہوگا۔

### ماں کی اطاعت اور باپ کی اطاعت کے درمیان تعارض:

اولاد پر والدین کا عظیم حق ہے، اسی لئے متعدد مقامات پر قرآن کریم میں اس کا حکم نازل ہوا، اور احادیث مطہرہ میں بھی اس کی ہدایت دی گئی، اس کا تقاضا ہے کہ ان کی فرمانبرداری، اطاعت، ان کی دیکھ رکھ اور ان کے حکم کی تعمیل غیر معصیت کے کاموں میں کی جائے جیسا کہ گذرا۔

بچہ کی تربیت میں ماں کے بڑے رول کے پیش نظر شریعت نے والدین کی فرمانبرداری کے حکم کے بعد والدہ کے لئے خصوصی طور پر مزید فرمانبرداری کا حکم دیا اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”ووصینا الانسان بوالدیه حملته أمه وهنأ علی وهنأ وفصأله فی عامین (لقمان : ۱۴)۔۔۔ ترجمہ اور ہم نے انسان کو تاکید کی اس کے ماں باپ سے متعلق اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اسے پیٹ میں رکھا اور دو برس میں اس کا دودھ چھوٹنا ہے۔) حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ:

یا رسول الله ﷺ من أحمق بحسن صحابتي ، قال أمك ، قال

ثم من قال أمك قال ثم من قال أمك قال ثم من قال أبوك .

(اے اللہ کے رسول ﷺ میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟ آپ نے فرمایا تمہاری ماں انہوں نے پوچھا پھر کون آپ نے فرمایا تمہاری ماں، انہوں نے پوچھا پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا تمہاری ماں انہوں نے پوچھا پھر کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا تمہارا باپ۔ اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ

إن الله يوصيكم بأمهاتكم ثم يوصيكم ثم يوصيكم بأمهاتكم ثم يوصيكم

بأمهاتكم ثم يوصيكم بآبائكم ثم يوصيكم بالأقرب فالأقرب۔

اللہ تمہیں تمہاری ماؤں کے بارے میں وصیت کرتا ہے پھر تمہیں تمہاری ماؤں کے سلسلہ میں وصیت کرتا ہے، پھر تمہیں تمہاری ماؤں کے سلسلہ میں وصیت کرتا ہے، پھر وہ تمہیں تمہارے آباء کے بارے میں وصیت کرتا ہے، پھر وہ تمہیں بالترتیب اقرباء کئے بارے میں وصیت کرتا ہے۔

حضرت عائشہؓ کی حدیث ہے کہ میں نے نبی ﷺ سے پوچھا: أی الناس

أعظم حقا علی المرأة، قال زوجها قلت فعلى الرجل قال أمه۔ ترجمہ: عورت پر سب سے زیادہ کس کا حق ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اس کے شوہر کا، میں نے پوچھا اور مرد پر آپ ﷺ نے فرمایا اس کی ماں کا۔

مذکورہ آیات واحادیث اور ان کے علاوہ دیگر بے شمار ہدایت والدین کے مقام ومرتبہ پر دلالت کرتی ہیں۔ اور فرماں برداری کے استحقاق میں باپ پر ماں کی فوقیت ثابت کرتی ہیں؛ کیوں کہ حمل کی صعوبت پھر وضع حمل اور اس کی تکالیف

پھر رضاعت اور اس کی مشکلات یہ وہ امور ہیں جن سے صرف ماں کو گذرنا پڑتا ہے اور انہیں برداشت کرنا پڑتا ہے، اس کے بعد تربیت میں باپ کی شرکت ہوتی ہے، اس لئے باپ کے مقابلہ میں ماں رعایت کی زیادہ مستحق ہے، خصوصاً بڑھاپے میں۔

اس حق کی فوقیت کا مظہر یہ بھی ہے کہ اگر لڑکے پر اس کے والدین کا نفقہ واجب ہے اور وہ صرف کسی ایک کا نفقہ دینے کی استطاعت رکھتا ہو تو حنفیہ، مالکیہ اور شافعیہ کی اصح روایت کے مطابق باپ پر ماں کو فوقیت حاصل ہوگی۔ یہی رائے حنابلہ کی بھی ہے، یہ اس لئے کہ حمل، رضاعت اور تربیت کی مشقت وہ برداشت کرتی ہے، اس میں شفقت بھی زیادہ ہوتی ہے نیز وہ زیادہ کمزور اور بے بس ہوتی ہے، یہ حکم اس وقت ہے جب ان دونوں کی فرمانبرداری میں تعارض نہ ہو۔

اگر اس میں تعارض ہو، اس طور پر کہ ایک کی اطاعت سے دوسرے کی نافرمانی لازم آتی ہو تو ایسی صورت میں دیکھا جائے گا، اگر ایک کسی طاعت کا حکم دے رہا ہو اور دوسرا معصیت کا حکم دے رہا ہو تو وہ اطاعت کا حکم دینے والے کی فرمانبرداری کرے گا معصیت کا حکم دینے والے کی اطاعت میں معصیت کا ارتکاب نہیں کرے گا، اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے ”لا طاعة لمنخلوق في معصية الخالق“ (خالق کی معصیت کر کے کسی مخلوق کی اطاعت نہیں کی جائے گی) البتہ اس پر ضروری ہے کہ حکم قرآنی: ”وَصَاحِبُهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا“ (اور دنیا میں ان کے ساتھ خوبی سے بسر کئے جانا) کے مطابق ان کے ساتھ حسن سلوک کرے، کیونکہ یہ آیت اگرچہ کافر والدین کے سلسلہ میں نازل

ہوئی ہے، لیکن مخصوص سبب نزول کے بجائے لفظ قرآنی کے عموم کا اعتبار کیا جائے گا لیکن اگر والدین کی فرمانبرداری میں تعارض کسی غیر معصیت میں ہو، اس طور پر کہ ایک ساتھ دونوں کی فرمانبرداری ممکن نہ ہو تو جمہور فرماتے ہیں کہ ماں کی اطاعت مقدم ہوگی، اس لئے کہ فرمانبرداری میں ماں کو باپ پر فوقیت حاصل ہے، اور کہا گیا ہے کہ فرماں برداری میں دونوں برابر ہیں، چنانچہ مروی ہے کہ ایک شخص نے امام مالک سے عرض کیا کہ میرے والد سوڈان میں ہیں، انہوں نے مجھے لکھا ہے کہ میں ان کے پاس آ جاؤں، میری ماں مجھے جانے سے روکتی ہیں، امام مالک نے اس سے فرمایا: اپنے باپ کی بات مانو اور ماں کی نافرمانی نہ کرو، یعنی اپنے والد کے لئے سفر کر کے اپنی ماں کی خوشی میں اضافہ کرے، چاہے ماں کو اپنے ساتھ لے جا کر ہو، تاکہ اپنے والد کی اطاعت کر سکے اور ماں کی نافرمانی بھی نہ ہو۔ اور مروی ہے کہ حضرت لیث سے ٹھیک یہی مسئلہ دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا: اپنی ماں کی اطاعت کرو، کیونکہ انہیں فرمانبرداری کا دو تہائی حق حاصل ہے، محاسبی نے اجماع نقل کیا ہے کہ فرمانبرداری میں باپ پر ماں مقدم ہے۔ (ماخوذ از: موسوعہ فقہیہ کویتہ، جلد ۸)

## حقوق والدین

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا، وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِ﴾ (نساء: ۵۸)



ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتے ہیں کہ امانتیں امانت والوں کو ادا کرو اور جب تم لوگوں کے درمیان کوئی فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کرو۔“

اس آیت سے دو حکم معلوم ہوئے: ایک یہ کہ جن لوگوں کا ہم پر حق واجب ہے ان کا حق ادا کیا جائے، دوسرے یہ کہ ایک کے حق کے لیے دوسرے شخص کا حق ضائع کرنا جائز نہیں۔ ان میں سے والدین کے حقوق بھی ہیں، والدین کے بعض حقوق واجب ہیں اور بعض مستحب۔ بیوی اور اولاد کے بھی حقوق کی تعیین اور اگر ان کے حقوق کی ادائیگی میں کبھی تعارض آجائے تو تطبیق و ترتیب معلوم کی جاسکتی ہے۔ اہل حقوق کے حقوق کی ادائیگی میں ترتیب کی رعایت ضروری ہے ورنہ بسا اوقات والدین کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی ہوتی ہے، ان کے حقوق ضائع کر دیے جاتے ہیں اور بسا اوقات والدین کے حقوق کی ادائیگی میں بیوی اور اولاد کی حق تلفی ہوتی ہے، حالانکہ دونوں باتوں سے قرآن پاک نے منع کیا ہے اور بسا اوقات کسی کا حق ضائع تو نہیں ہوتا، لیکن ناواقفیت کی وجہ سے بعض لوگ غیر واجب حقوق کو بھی اپنے ذمہ واجب سمجھتے ہیں اور ان کی ادائیگی کو اپنا فرض سمجھتے ہیں اور پھر کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انہیں ادا نہیں کر سکتے تو خواہ مخواہ وسوسے میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ شریعت کے احکام میں بلا وجہ تنگی ہوتی ہے، اس سے ان کے دین کو نقصان پہنچتا ہے، اس لیے حقوق واجبہ اور غیر واجبہ میں فرق ضروری ہے، تاکہ نہ کسی کی حق تلفی ہو اور نہ ہی خواہ مخواہ اپنے اوپر برداشت سے زیادہ بوجھ ڈالنے کی نوبت آئے۔

ذیل میں والدین کے حقوق کی تاکید اور ان کی ادائیگی کے احکام قرآن و حدیث اور فقہی عبارات کی روشنی میں بیان کیے جاتے ہیں:

☆ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

”میرے نکاح میں ایک عورت تھی، میں اس سے خوش تھا اور اس سے محبت کرتا تھا۔ میرے والد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس سے ناخوش تھے، انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ اس عورت کو طلاق دے دو۔ میں نے انکار کیا، اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ قصہ ذکر کیا۔ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس عورت کو طلاق دے دو۔“

مشکوٰۃ شریف کی مشہور شرح ”مرقاۃ“ میں لکھا ہے کہ طلاق کا یہ حکم بطورِ استحباب فرمایا تھا، اگر وہاں طلاق دینے کا کوئی اور سبب تھا تو پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم وجوبی تھا۔

امام غزالی رحمہ اللہ احياء العلوم میں فرماتے ہیں: اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ والد کا حق مقدم ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ والد اس عورت کو کسی غرض فاسد کی وجہ سے برانہ سمجھتا ہو جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی غرض فاسد کی وجہ سے اسے برانہ سمجھتے تھے۔

☆ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”ماں باپ کی نافرمانی ہرگز نہ کرو اگرچہ وہ تجھے یہ حکم دیں کہ اہل و عیال اور مال

سے الگ ہو جاؤ۔“

مرقاۃ میں لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مکمل اطاعت کی تاکید اور مبالغہ کے طور پر ہے، اس کا ظاہری معنی مراد نہیں۔ والدین کے حکم کی بنا پر اپنی بیوی کو طلاق دینا ضروری نہیں، اگرچہ ماں باپ کو بیوی کے طلاق نہ دینے سے سخت تکلیف ہو، کیونکہ اس کی وجہ سے کبھی لڑکے کو سخت تکلیف کا سامنا ہوتا ہے اور ماں باپ کی شفقت سے یہ بعید ہے کہ وہ بیٹی کی تکلیف کو جانتے ہوئے یہ حکم دیں کہ وہ بیوی یا مال کو الگ کر دے پس ایسی صورت میں ان کا کہنا ماننا ضروری نہیں۔ اس حکم کے تاکید کے لیے ہونے پر قرینہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ یہ بھی فرمایا: خدا کے ساتھ شرک نہ کرو، اگرچہ تم قتل کر دیے جاؤ یا جلاد یے جاؤ اور یہ یقیناً تاکید کے طور پر ہے، ورنہ ایسی مجبوری کی حالت میں کلمہ کفر کہنے کی اجازت اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ﴿مَنْ كَفَرَ بِاللَّهِ مِنْ بَعْدِ إِيمَانِهِ إِلَّا مَنْ أُكْرِهَ --﴾ (النحل: ۱۰۶) سے ثابت ہے۔

☆ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”جو شخص اپنے ماں باپ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار ہوتا ہے تو اگر اس کے ماں باپ دونوں زندہ ہوں، اس کے لیے جنت کے دو دروازے کھل جاتے ہیں اور اگر کوئی ایک زندہ ہو تو ایک دروازہ کھل جاتا ہے اور اگر والدین کی نافرمانی کرتا ہے تو اس کے لیے دوزخ کے دو دروازے کھل جاتے ہیں اور اگر ایک کی نافرمانی کرتا ہے تو ایک دروازہ کھل جاتا ہے۔ اسی حدیث میں

ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: اگرچہ ماں باپ اس پر ظلم ہی کرتے ہوں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا: ”اگرچہ وہ دونوں ظلم ہی کرتے ہوں۔“

اس حدیث کی شرح میں مرقاۃ میں لکھا ہے کہ ماں باپ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے حقوق کی ادائیگی میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے اور ان کے حقوق ادا کرے اور اس میں یہ بھی ہے کہ والدین کی اطاعت صرف ان کی اطاعت نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے خاص طور پر تاکید فرمائی ہے، اس لیے ان کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی اطاعت سمجھ کر کرنی چاہیے۔ یعنی جو بات وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق کہیں اس کو ماننا چاہیے اور جو اس کے حکم کے خلاف کہیں اسے نہ ماننا چاہیے، کیونکہ ایک اور حدیث میں ہے: اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کر کے مخلوق کی فرمانبرداری کرنا جائز نہیں۔ اور مرقاۃ میں لکھا ہے کہ ماں باپ کے ظلم کرنے سے مراد دنیوی ظلم ہے، اخروی ظلم مراد نہیں۔ یعنی دنیوی امور میں اگرچہ وہ زیادتی کریں تب بھی ان کی فرمانبرداری لازم ہے اور اگر وہ دین کے خلاف کوئی بات کہیں تو اس میں ان کی فرمانبرداری نہیں کرنی چاہیے۔ حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا: ”اگرچہ وہ دونوں ظلم کریں“ ایسا ہے جیسا کہ آپ نے زکوٰۃ وصول کرنے والوں کے بارے میں فرمایا ہے: ”اپنے زکوٰۃ وصول کرنے والوں کو راضی کرو اگرچہ تم پر ظلم کیا جائے۔“ مشکوٰۃ کی ایک شرح لمعات میں لکھا ہے: اس سے مقصود تاکید ہے یعنی تمہارے خیال میں یا بالفرض اگر وہ ظلم کریں تب بھی تم ان کو راضی کرو، کیونکہ اگر وہ

زکوٰۃ وصول کرنے والے واقعی ظلم کرتے تھے تو آپ ان کو راضی کرنے کا حکم کیسے فرما سکتے تھے؟

☆ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: ”سب سے بہتر روزی اپنی کمائی ہے اور تمہاری اولاد بھی تمہاری کمائی میں داخل ہے۔“

امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب باپ ضرورت مند ہو تو بیٹے کے مال سے کھانے میں مضائقہ نہیں؛ لیکن ضرورت کے مطابق خرچ کرے، فضول خرچی نہ کرے۔ اگر باپ مالدار ہونے کے باوجود بیٹے کا مال لیتا ہے تو وہ اس پر قرض ہے۔ یہی قول امام ابوحنیفہؒ کا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ باپ کے لیے بیٹے کے مال میں کوئی حق نہیں سوائے اس کے کہ اسے کھانے، پینے، کپڑے کی ضرورت ہو۔ امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہم اسی پر عمل کرتے ہیں اور یہی ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے۔

☆ کنز العمال میں ہے: ”تمہاری اولاد اللہ تعالیٰ کا عطیہ ہے، اللہ تعالیٰ جس کو چاہتے ہیں لڑکیاں دیتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں لڑکے دیتے ہیں۔ پس وہ اولاد اور ان کا مال تمہارے لیے ہیں جب تمہیں ضرورت ہو۔“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے اس مسئلہ کی تائید ہوتی ہے جو مسئلہ ابھی امام محمد رحمہ اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے قول سے اخذ کیا تھا۔ نیز حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد ”تو اور تیرا مال اپنے

باپ کے لیے ہے، کی یہی تفسیر کی ہے کہ اس سے مراد نان نفقہ ہے۔

مسئلہ (۱): جو کام شرعاً واجب ہو اور ماں باپ اس سے منع کریں تو اس میں ان کی اطاعت جائز نہیں۔ مثلاً: کسی شخص کے پاس مالی وسعت اس قدر کم ہے کہ اگر ماں باپ کی خدمت کرے تو بیوی بچوں کو تکلیف ہونے کا خطرہ ہو تو اس شخص کے لیے جائز نہیں کہ بیوی بچوں کو تکلیف دے اور ماں باپ پر خرچ کرے۔ اسی طرح بیوی کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے شوہر سے یہ مطالبہ کرے کہ وہ اس کے لیے علیحدہ رہائش کا بندوبست کرے، بیوی اگر یہ مطالبہ کرے تو شوہر پر واجب ہے کہ وہ اس کے لیے رہائش کا علیحدہ انتظام کرے، اس کی طرف سے مطالبہ کے باوجود الگ رہائش کا انتظام نہ کرنا شوہر کے لیے جائز نہیں، اگرچہ ماں باپ علیحدہ کرنے پر راضی نہ ہوں۔

یاد رہے کہ بیوی کو مشترکہ مکان میں سے اتنا حصہ الگ کر کے دے دیا جائے جس میں اس کا سامان وغیرہ محفوظ ہو تو اس کا حق ادا ہو جاتا ہے، مکمل الگ گھر لے کر دینا ضروری نہیں۔

الفصل الثانی فی السکنی : تجب السکنی لها علیہ فی بیت  
 خال عن أهلہ و أهلها إلا أن تختار ذلك كذا فی العینی شرح الكنز .  
 (ہندیہ : ۶۶۲/۱)

و فی الشامیة : ولو أراد أن یسکنها مع ضررتها أو مع احمائها  
 كأمه و أختہ و بنته فأبت فعليه أن یسكنها فی منزل منفرد لأن إباؤها  
 دلیل الأذى والضرر ولأنه محتاج إلى جماعها و معاشرتها فی أي

وقت يتفق لا يمكن ذلك مع ثالث. (رد المحتار: ۳۲۱/۵)  
 امرأة أبت أن تسكن مع ضررتها أو مع احمائها كأمه وغيرها فان  
 كان فى الدار بيوت وفرغ لها بيتا وجعل لبيتها غلقا على حدة ليس  
 لها أن تطلب من الزوج بيتا آخر فان لم يكن فيها الا بيت واحد فلها  
 ذلك. (هنديہ ۱ ص: ۶۶۲)

مسئلہ (۲): جو کام شریعت کی رو سے ناجائز ہوں اور ماں باپ اس کا حکم  
 دیں مثلاً: وہ کسی ناجائز نوکری کا حکم دیں، جاہلانہ رسومات پر مجبور کریں تو اس میں  
 ان کی اطاعت جائز نہیں۔

جو کام شرعاً واجب نہ ہو اور نہ ہی ناجائز کام ہو بلکہ جائز ہو، چاہے مستحب ہی  
 ہو؛ اور ماں باپ اس کے کرنے یا نہ کرنے کا حکم دیں تو اس میں تفصیل ہے: دیکھنا  
 چاہیے کہ اس کام کی اس شخص کو ایسی ضرورت ہے کہ اس کے بغیر اس کو تکلیف  
 ہوگی، مثلاً غریب آدمی ہے اور اس کے لیے اپنے علاقے میں کمائی کی کوئی صورت  
 نہیں، مگر ماں باپ باہر نہیں جانے دیتے تو ایسی صورت میں ماں باپ کی اطاعت  
 ضروری نہیں۔

اور اگر اس درجہ کی ضرورت نہیں تو پھر دیکھنا چاہیے کہ اس کام میں بیماری یا  
 ہلاکت کا کوئی خطرہ ہے یا نہیں؟ نیز یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ اس شخص کے اس کام  
 میں مشغول ہو جانے سے والدین کی خدمت کا انتظام نہ ہونے کی وجہ سے ان کو  
 تکلیف پہنچنے کا قوی احتمال ہے یا نہیں؟ اگر اس کام میں خطرہ ہے یا اس کے سفر پر  
 جانے سے ان کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہے تو ان کی مخالفت جائز نہیں، بلکہ اطاعت

واجب ہے اور اگر دونوں باتوں میں سے کوئی بات نہیں، یعنی نہ اس کام یا سفر میں اس کو کوئی خطرہ ہے اور نہ والدین کو تکلیف پہنچنے کا کوئی احتمال ہے تو بلا ضرورت بھی وہ کام یا سفر ان کی ممانعت کے باوجود جائز ہے۔ اگرچہ مستحب یہی ہے کہ اس وقت بھی اطاعت کرے۔

قال محمد في السير الكبير اذا اراد الرجل أن يسافر إلى غير الجهاد لتجارة أو حج أو عمرة وكره ذلك أبواه فان كان يخاف الضيعة عليهما بأن كان معسرين ونفقتهما عليه وماله لا يفي بالزاد والراحلة ونفقتهما فانه لا يخرج بغير اذنهما سواء كان سفر يخاف على الولد الهلاك فيه كركوب السفينة في البحر او دخول البادية ماشيا في البرد او الحر الشديدين او لا يخاف على الولد الهلاك فيه وإن كان لا يخاف الضيعة عليهما بان كان معسرين ولم تكن نفقتهما عليه ان كان سفر لا يخاف على الولد الهلاك فيه كان له أن يخرج بغير اذنهما وان كان سفر يخاف على الولد الهلاك فيه لا يخرج الا باذنهما. (هنديہ ۵/ ص ۵۵۲، شامی ۱۶ ص ۲۰۳)

اس اصول سے بعض فروعی مسائل کا بھی حکم معلوم ہو گیا، مثلاً: وہ کہیں کہ اپنی بیوی کو کسی معقول عذر کے بغیر طلاق دیدو تو اس میں ان کی اطاعت واجب نہیں۔ اسی طرح اگر وہ کہیں کہ اپنی ساری کمائی ہمیں دیدیا کرو تو اس میں بھی ان کی اطاعت واجب نہیں، اگر وہ اس بات پر مجبور کریں گے تو گنہگار ہوں گے۔

عن الحسن قال قال رسول الله ﷺ لا طاعة لمخلوق في



معصية الخالق (المصنف لابن ابى شيبة: ۱۸ / ص ۲۴۷)

قال الشيخ محمد على الصابوني فى حاشية على رياض الصالحين انما أمره رسول الله ﷺ بطلاقها لأنه يعلم ان عمر لا يكره زوجة ابنه الا لأمر دينى فهو يريد لولده زوجة أتقى لله وأفضل وقد جعل الله الحق على لسان عمرؓ وقلبه وليس كل أب يأمر ولده بطلاق زوجته تجب طاعته (حاشية رياض الصالحين: ص ۹۹، المصباح لاهور)

مسئلہ (۳): والدین اگر اولاد کے مال میں سے اجازت کے بغیر مقدارِ ضرورت سے زیادہ لیں گے تو وہ زائد از ضرورت ان کے ذمہ قرض ہوگا جس کا مطالبہ دنیا میں بھی ہو سکتا ہے، اگر یہاں نہ دیں گے تو قیامت میں دینا پڑے گا۔  
(ماخوذ از: تسہیل بہشتی زیور)

عن عائشةؓ قالت أفضل ما اكلتم كسبكم وان اولادكم من كسبكم قال محمد لا بأس به اذا كان محتاجا أن يأكل من مال ابنه بالمعروف فان كان غنيا فأخذ منه شيئا فهو دين عليه وهو قول أبى حنيفة قال محمد أخبرنا أبو حنيفة عن حماد عن ابراهيم قال ليس للأب من مال ابنه شئ الا أن يحتاج اليه من طعام او شراب او كسو.

(كتاب الآثار لامام محمد الشيبانى ج ۲ / ص: ۸۳۸)

## والدین کے حقوق ان کی حیات میں

علماء کرام نے قرآن و حدیث کی روشنی میں ماں باپ کی حیات میں ان کے سات حقوق بیان فرمائے ہیں:

[۱] عظمت؛ یعنی دل سے ان کو بڑا ماننا۔

[۲] محبت؛ یعنی دل سے ان کو چاہنا اور ان سے محبت کرنا۔

[۳] اطاعت؛ یعنی جائز امور میں ان کی فرماں برداری کرنا۔

[۴] خدمت؛ یعنی انہیں مالی یا جسمانی جس طرح کی خدمت کی ضرورت

ہو پوری کرنا۔

[۵] فکرِ راحت؛ یعنی ان کی راحت و آرام کا خیال رکھنا۔

[۶] رفعِ حاجت؛ یعنی ان کی ضرورت پوری کرنا۔

[۷] گاہے گاہے ان کی ملاقات؛ یعنی اگر وہ کہیں اور رہتے ہوں، تو کبھی

کبھی ان سے ملنے اور خیریت معلوم کرنے کے لیے جانا۔

﴿وقضى ربك ألا تعبدوا إلا إياه وبالوالدين إحسانا إما يبلغن

عندك الكبير أحدهما أو كلاهما فلا تقل لهما أفّ ولا تنهرهما وقل

لهما قولا كريما۔ واخفض لهما جناح الذلّ من الرحمة وقل رب

ارحمهما كما ربياني صغيرا﴾۔ (سورة الإسراء: ۲۳، ۲۴) ﴿وعبدوا

الله ولا تشركوا به شيئا وبالوالدين إحسانا﴾۔ (سورة النساء: ۳۶)

ووصينا الانسان بوالديه حسنا﴾۔ (عنكبوت: ۸) ﴿ووصينا الانسان

بوالديه احساناً ﴿﴾ - (سورة أحقاف: ١٥)

ما في أحكام القرآن للتهانوى: قرن الله تعالى إلزام برّ الوالدين بعبادته وتوحيده، وأمر به كما أمر بهما، كما قرن بشكره في قوله: ﴿أن اشكر لي ولو الذيك إلى المصير﴾ - وكفى بذلك دلالة على تعظيم حقهما ووجوب برهما، والإحسان إليهما، وقال تعالى: ﴿ولا تقل لهما أفّ ولا تنهرهما وقل لهما قولاً كريماً﴾ إلى آخر القصة - (سورة النساء: ٣٦)

ما في "القرآن الكريم": ﴿ووصينا الانسان بوالديه حملته امه وهناً على وهن وفضله في عامين ان اشكر لي ولو الذيك الى المصير﴾. (سورة لقمان: ١٤)

ما في "مرفاة المفاتيح": فانه دل على الاجتناب عن جميع الأقوال المحرمة والإتيان بجميع كرائم الأقوال والأفعال في التواضع والخدمة والإنفاق عليهما ثم الدعاء لهما في العاقبة. (١٣٣/٩، كتاب الآداب، باب البر والصلة، الفصل الأول، رقم: ٤٩١٢)

ما في "الموسوعة الفقهية": يكون برّ الوالدين بالإحسان إليهما بالقول اللين الدال على الرفق بهما والمحبة لهما، وتجنب غليظ القول الموجب لنفرتهما، وبمناداتهما بأحب الألفاظ إليهما كـ "يا أمي" و "يا أبي" وليقل لهما ما ينفعهما في أمر دينهما ودنياهما

ويعلمهما ما يحتاجان إليه من أمور دينهما وليعاشرهما بالمعروف،  
 أي بكل ماعرف من الشرع جوازه، فيطيعهما في فعل جميع ما  
 يأمرانه به من واجب أو مندوب، وفي ترك ما لا ضرر عليه في تركه۔  
 (۹/۸، برّ الوالدين، بم يكون البرّ)

### والدين کے حقوق ان کی وفات کے بعد

علماء کرام نے قرآن و حدیث کی روشنی میں ماں باپ یا ان میں سے کسی  
 ایک کے انتقال کے بعد ان کے سات حقوق بیان فرمائے ہیں:

[۱] ان کے لیے اللہ سے معافی اور رحمت کی دعائیں کرنا۔

[۲] ان کی جانب سے ایسے اعمال کرنا جن کا ثواب ان تک پہنچے۔

[۳] ان کے رشتے دار دوست و متعلقین کی عزت کرنا،۔

[۴] ان کی امانت اور قرض ادا کرنا،۔

[۵] ان کی جائز وصیت پر عمل کرنا۔

[۶] کبھی کبھی ان کی قبر پر جانا۔

(۱) مافی "صحیح مسلم": عن عبد اللہ بن عمر قال: سمعت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم يقول: "إن من أبرّ البرّ صلة الرجل  
 أهل وُدّ أبيه بعد أن يولّي"۔

(۲) ۳۱ ۴/۲، کتاب البر والصلة، باب فضل صلة أصدقاء الأب والأم

ونوهما، رقم: ۲۵۵۲)

مافی ”مرقاۃ المفاتیح“: (بعد أن یولی) بتشدید اللام المكسورة أي یدبر ویغیب بسفر أو موت۔

(۱۲۸/۹، کتاب الآداب، باب البر والصلة، الفصل الأول، رقم: ۴۹۱۷)

مافی ”مشکوۃ المصابیح“: عن أبي أسيد الساعدي قال: بينا نحن عند رسول الله ﷺ إذ جاءه رجل من بنى سلمة فقال: يا رسول الله! هل بقي من برّ أبيّ شيء أبرهما به بعد موتهما؟ قال: نعم؛ الصلاة عليهما، والاستغفار لهما، وانفاد عهدهما من بعدهما، وصلة الرحم التي لا توصل إلا بهما، وإكرام صديقهما“۔ رواه أبو داود وابن ماجه۔ (ص ۴۲۰، كتاب الآداب، باب البر والصلة، الفصل الثاني، رقم: ۴۹۳۶، تفسير القرطبي: ۲۴۱/۱۰، سورة الإسراء: ۲۳، سنن أبي داود: ۷۰۰، كتاب الأدب، باب في بر الوالدين، رقم: ۵۱۴۲) (المسائل المهمة: ۲۸۱/۷)

## بچہ کے متعلق کچھ عمومی احکام

### بچہ شکم مادر میں

بظاہر بچہ کی تربیت اور نگہداشت کا آغاز بچہ کے پیدا ہونے کے بعد ہوتا ہے، لیکن اصلا ماں کے پیٹ میں حمل قرار پاتے ہی بچہ کی پرورش کی ذمہ داریاں شروع ہو جاتی ہے، حمل قرار پانے کے بعد والدین کی بے احتیاطی لاعلمی اور

جہالت کی وجہ سے روزانہ ہزاروں بچے موت کا لقمہ بن جاتے ہیں، اس لئے ضروری ہے کہ بطن مادر میں بچہ کی پرورش کے وقت سے ہی والدین احتیاط و تدبیر سے کام لیں اسی طرح اگر ماں مخصوص مدت میں خوشگوار ماحول میں رہے اور عبادت خشوع و خضوع سے کرے، قرآن پاک کی تلاوت زیادہ کرے تو اس سے بھی بچہ کی نشوونما پر اچھا اثر پڑتا ہے۔

### ولادت کے بعد:

### تحنیک کروانا۔

بچہ کے پیدا ہونے کے بعد میٹھی چیز کو بطور تحنیک کے پیش کرنا مسنون ہے، اور تحنیک کے لئے کھجور زیادہ بہتر اور مسنون بھی ہے، حضرت ابو طلحہؓ کے بچہ کی تحنیک آپ ﷺ نے فرمائی تھی۔

### بچہ کے کان میں اذان و اقامت کہنا

ولادت کے بعد بچہ کو غسل دیکر دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہنا مسنون ہے، بچہ کے کان میں اذان کی حکمت یہ بھی ہے کہ اذان کے کلمات سے شیطان بھاگ جاتا ہے، بچہ کی روح شیطانی دعوت سے پہلے اسلامی دعوت سے آشنا ہو جاتی ہے۔

### نام رکھنا

بچہ کی ولادت کے بعد اس کا نام رکھنا ہر برادری اور معاشرہ کا عام معمول

ہے، اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے، وہ اس بارے میں بھی رہنمائی کرتا ہے کہ ساتویں دن بچہ کا نام رکھا جائے اور نام اچھا رکھا جائے، جو لفظ اور معنی دونوں اعتبار سے بہتر اور مناسب ہو، کیوں کہ نام کی وجہ سے بچہ کے کردار پر اثر پڑتا ہے، آپ ﷺ نے اچھے نام رکھنے کو پسند فرمایا، آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ کو عبد اللہ اور عبد الرحمن یہ دو نام بہت پسند ہے، بعض ناپسندیدہ ناموں کو آپ ﷺ نے بدل بھی دیا تھا۔

### عقیقہ کرانا

بچہ کی پیدائش کے ساتویں دن عقیقہ کرنا مسنون ہے، لیکن یہ فرض یا واجب نہیں ہے، عقیقہ کرنے سے بچہ کی بہت سی مصیبتیں دور ہوتی ہیں، عقیقہ کا گوشت غریبوں میں تقسیم کرنے سے غریبوں کی دعائیں بچہ کے ملتی ہیں، جن کے قبول ہونے کا قوی امکان رہتا ہے، رشتہ داروں اور پڑوسیوں کو بھی گوشت دیا جاتا ہے، اس سے سماجی روابط مضبوط ہوتے ہیں، اخوت اور بھائی چارے کی فضا ہموار ہوتی ہے۔

### سر مونڈانا

جب بچہ سات دن کا ہو جائے تو اس کے سر کے بالوں کو مونڈا جائے، یہ مسنون فعل ہے، اور بچہ کی صحت کے لئے مفید بھی ہے، اس سے اس کے مسامات کھل جاتے ہیں، بچہ کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ میں دینی چاہئے، یہ بھی مسنون فعل ہے۔

## ختنہ کرانا

ختنہ کرنا سنت ہے، اور ثواب کا کام ہے، اور نہ کرنے والا گنہگار ہے، حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”ان الاقلف لا یتک فی الاسلام حتی یختن ولو بلغ ثمانین سنۃ“ ترجمہ: بے ختنہ آدمی کو اسلام میں برداشت نہیں کیا جاسکتا، یہاں تک کہ وہ ختنہ کرائے، چاہے اس کی عمر اسی سال ہو۔

## بچوں کو چومنا اور پیار کرنا

والدین کا فرض ہے کہ اولاد سے پیار و محبت کریں، محبت ایک فطری جذبہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہر ماں باپ کے دل میں پیدا فرمایا ہے، ماں عائشہؓ بیان فرماتی ہے کہ ایک دیہاتی صحابیؓ نبی ﷺ کے پاس آئے اور بولے کیا تم لوگ بچوں کو چومتے اور پیار کرتے ہو؟ ہم تو بچوں کو نہیں چومتے۔ نبی کریم ﷺ نے سنا تو فرمایا میں کیا کر سکتا ہوں اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل سے رحم کا مادہ نکال دیا ہے۔ بچوں کو چومنا اور پیار کرنا رحم کی علامت ہے، اگر بچوں سے پیار کیا جائے تو وہ بھی آپس میں پیار و محبت کرنا سیکھتے ہیں، اس لئے بچوں سے پیار و محبت کا اظہار کرنا چاہئے۔

## بچوں کے لئے تفریح

بچوں کے لئے تفریح بھی ضروری ہے، یہ ان کا حق ہے، بچوں کے لئے جسمانی بھاگ دوڑ کے کھیلوں کو ترجیح دینی چاہئے۔ افسوس آج کل اس کی بجائے



بچوں کے لئے شطرنج، تاش، لڈو وغیرہ جیسے کھیلوں کو اہم سمجھا جاتا ہے۔

### تر بیت کے چند بنیادی نکات

- ۱۔ بچوں کی تعلیم و تربیت کے سلسلہ میں حکمت و دانائی سے کام لینا چاہئے۔
- ۲۔ بچوں کی بہتر تربیت کے لئے ضروری ہے کہ گھر کے ماحول کو خوش گوار بنایا جائے، تاکہ بچے اچھے اخلاق اور اچھی صفات کے عادی ہوں۔
- ۳۔ اگر بچہ سے کوئی غلطی ہو جائے تو عفو درگزر سے کام لیا جائے، بچہ کی غلطی پر اسے دوسروں کے سامنے ٹوکنہ نہیں چاہئے، بلکہ تہنائی میں دل نشیں انداز میں سمجھائیں۔ غلطی پر ٹوکتے ہوئے خوبیوں کا تذکرہ ضرور کریں۔
- ۴۔ اگر گھر پر مہمان یا رشتہ دار آئیں تو ان سے اپنے بچوں کی شکایت نہ کریں، بلکہ حسن ظن اور چشم پوشی سے کام لیں۔
- ۵۔ بچوں کو اپنے معیار پر نہ جانچئے، آپ سالہا سال کے تجربوں اور آزمائشوں سے جس مقام پر پہنچے ہیں، بچوں کو ابھی سے اس مقام پر دیکھنا یقیناً ان کے ساتھ ظلم ہے۔
- ۶۔ بچوں کو ایسے کام آزادانہ طور پر کرنے دینے چاہئے، جن سے ان میں خود اعتمادی اور جرئت پیدا ہو، بات بات پر ان کو ٹوکنہ نہیں چاہئے۔
- ۷۔ بچوں کی فطری خواہشات کو مکمل کرنے کی حتی الامکان کوشش کرنی چاہئے۔

۸۔ بچوں کی قوت و صلاحیت اگر غلط رخ پر صرف ہو رہی ہو تو مثبت

سرگرمیوں کی طرف اس کی قوت و صلاحیت کو صرف کرنے کی کوشش کریں، اسے بالکل ختم کرنے کی کوشش نہ کریں۔

۹۔ بچوں کی نفسیات و جذبات و احساسات کو سمجھنا بہت ضروری ہے، بچوں کی تعلیم و تربیت میں ان کی عمر اور استعداد کا ضرور خیال رکھیں۔

۱۰۔ والدین بچوں کے سامنے خود مثالی کردار پیش کریں، اس کی وجہ سے بچہ فطری طور پر ان کی تقلید کرتا ہے، اکثر دیکھا جاتا ہے کہ بچہ اپنے والدین کا عکس ہوتا ہے۔

۱۱۔ بچوں کی صحبت اور ان کی نشست و برخاست پر بھی نظر رکھیں، وہ اچھے بچوں سے ملیں اور برے اخلاق کے عادی لوگوں سے بچیں۔

۱۲۔ بچوں کو شروع ہی سے سادہ اور باپردہ لباس کی عادت ڈالیں۔

۱۳۔ دینی فرائض کے معاملے میں بچوں پر سختی کریں، حضور ﷺ نے دینی معاملات میں اولاد پر سختی کرنے کا حکم دیا ہے، کیوں کی دنیا کی معمولی سختی حتیٰ کہ مار پیٹ کی سزا بھی آخرت کے عذاب سے ہزار درجہ بہتر ہے، آپ ﷺ کا فرمان ہے ”مروا اولادکم بالصلاة و ہم أبناء سبع سنین واضربوہم علیہا و ہم أبناء عشر سنین وفرقوا بینہم فی المضاجع“ سات سال کی عمر میں بچوں کو نماز کا حکم دو (اگر وہ نہ پڑھیں) تو دس سال کی عمر میں انہیں مارو اور ان کے بستر بھی علیحدہ کر دو۔

۱۴۔ بچوں کو ٹالنے کے لئے جھوٹ کا سہارا نہ دیں، گھریلو ماحول کو جھوٹ سے پاک رکھیں، وقتاً فوقتاً جھوٹ کے نقصانات اور سچ کے فوائد سے آگاہ کرتے

رہیں۔

۱۵۔ بچوں کے ساتھ عدل و انصاف کا سلوک کریں۔ تاکہ بہن بھائیوں میں ایک دوسرے کے خلاف بغض و عناد کا جذبہ پیدا نہ ہو۔

۱۶۔ بچے کے دل میں اللہ تعالیٰ سے محبت اور ایمان کا بیج بویا جائے، اور بچوں کو یہ سیکھایا جائے کہ وہ اللہ ہی سے سوال کریں، اور اسی سے مدد طلب کریں۔  
۱۷۔ گھروں میں نماز کی پابندی کی جائے، تاکہ اس کی وجہ سے بچے کا ذہن دین کی طرف راغب ہو۔

۱۸۔ روزانہ گھر میں قرآن کریم کی تلاوت کا اہتمام کریں۔

### والدین کی ذمہ داریاں

والدین کی ذمہ داری ہے کہ گھریلو زندگی کو مجموعی اعتبار سے بچوں کے لئے نمونہ کی زندگی بنائیں یہ ان کا فرض ہے۔

۱۔ بچے کے کردار اور رویہ پر تنقید کرنے کی بجائے اپنے کردار اور رویہ کا جائزہ لیتے رہیں، اور اپنی اصلاح کی طرف توجہ دیں۔

۲۔ جہاں تک ہو سکے بچوں کی مناسب موقعوں پر ہمت افزائی کریں، اور کبھی بھی ہمت شکنی نہ ہونے دیں۔

۳۔ بچوں کو ایسے کام بتلائے جائیں جو ان کی عمر، دل چسپی اور صلاحیت کے عین مطابق ہوں۔

۴۔ گھریلو لڑائی جھگڑوں اور گالی گلوچ سے اجتناب کریں۔

۵۔ بچوں پر بلا وجہ سختی نہ کریں، اور ناہی بے جا ان کی نگرانی کریں، کیوں کہ اس کی وجہ سے بچے ضدی ہو جاتے ہیں۔

۶۔ بچوں کی درست بات اور جائز تنقید کو برداشت کریں۔

۷۔ غصہ، نفرت، اور عدم توجہی کے اظہار سے پورے طور پر پرہیز کریں۔

۸۔ بچوں میں خود اعتمادی اور احساس ذمہ داری پیدا کرنے کی کوشش

کریں۔

۹۔ بچہ خواہ کیسا ہی ہو، اس کی عزت کریں، اور اس کے وجود و شخصیت کو تسلیم

کریں۔



## احکام الام

### ام؛ لغوی اور اصطلاحی معنی۔

ام کے لغوی معنی: ہر چیز کی بنیاد اور جڑ کے ہیں ابن برید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر وہ چیز جس کی جانب بہت سی چیزیں منسوب ہو تو وہ اس کی بنیاد ہے۔

وأم كل شیء أصله وعماده قال ابن برید كل شیء انضمت إليه اشیاء فهو أم لها۔ (لسان العرب: ۲۱۸/۱)

وأعلم أن كل شیء يضم إليه سائر ما يليه فإن العرب تسمى ذلك الشئ أما۔ (لسان العرب: ۲۱۹/۱)

اصطلاحی معنی: ماں ہر اس مؤنث کا نام ہے جس پر تیری ولادت موقوف ہے اس ماں میں رحم کے اعتبار سے جننے والی کی مائیں اور دادیاں اور باپ کی ماں اور اس کی دادیاں اوپر تک شامل ہیں۔

الأم: هي كل أنثى لها عليك ولادة من جهة الأم أو من جهة الأب. (القاموس الفقہی: ۲۴)

## کتاب الطهارة

### حالت جنابت میں بچے کو دودھ پلانا

ناپاکی کی حالت میں ماں کا اپنے بچے کو دودھ پلانا جائز ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ پاک صاف ہو کر دودھ پلائیں۔

(خواتین کے مسائل اور ان کا حل: ۱/۲۵۷) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۳/۱۴۰)

وإن أراد أن يأكل أو يشرب فينبغي أن يتمضمض و يغسل  
يديه۔ (عالمگیری: ۱۶۱)

وإن أراد أن يأكل أو يشرب فينبغي أن يتمضمض و يغسل يديه  
ثم يأكل و يشرب. (بدائع الصنائع: ۱۵۱۱)

### بچے کی وجہ سے تیمم کرنا

اگر عورت کو اپنی یا اپنے بچہ کی بیماری کا خوف ہو تو ایسی صورت میں ماں کے لئے تیمم کر کے نماز پڑھنے کی اجازت ہوگی۔

(خواتین کے مسائل اور ان کا حل: ۲۹۲/۱)

من عجز عن استعمال الماء لبعده ميلا أو لمرض يشدد أو يمتد  
بغلبة الظن أو قول حاذق مسلم ولو بتحريك أو برد يهلك الجنب أو  
يمرضه ولو في المصر . . . . . فصار الأصل أنه متى قدر على الاغتسال  
بوجه من الوجوه لا يباح له التيمم اجماعا۔ (شامی: ۱/۳۹۵، ۳۹۸)

یتیمم لبعده میلا عن ماء أو المرض أو برد أو خوف عدو ---  
 أو لمرض أي بأن يخاف اشتداد مرضه لو استعمل الماء۔ أو برد أي  
 أن خاف الجنب أو المحدث إن اغتسل أو توضع أن يقتله البرد أو  
 يمرضه تيمم۔ (بحر الرائق: ۱/۱، ۲۴، ۲۶، ۲۷/۱) / تاتارخانیہ: ۱/۳۶۶ / تبیین  
 الحقائق: ۱/۱۱۷، ۱۱۹)

## کتاب الصلوة

### نفاس کی حالت میں ماں کا بچہ کے کان میں اذان و تکبیر کہنا

بچہ کی پیدائش کے وقت بچے کے کان میں جو اذان کہی جاتی ہے اس کا مقصد بچہ  
 کے کان اور اس کے دل و دماغ میں سب سے پہلے ایسی آواز پہنچانا ہے جو اللہ کی یاد  
 تازہ کرنے والی ہو اور شیطان کی نفرت پیدا کرنے والی ہو، اسی موقع سے بچہ کے  
 کان میں اذان و اقامت کہی جاتی ہے، اور یہ ایک ذکر ہے، لہذا ماں بذات خود بھی  
 اذان دے سکتی ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ ماں نفاس کی حالت میں یہ الفاظ نہ کہے ہاں  
 ! اگر کوئی دوسرا آدمی وہاں اذان دینے کے لئے موجود نہیں ہے تو چوں کہ نفاس کی  
 حالت میں ذکر جائز ہے اس لئے ماں نفاس کی حالت میں بچہ کے کان میں اذان  
 دے سکتی ہے۔ (فتاویٰ محمودیہ: ۵/۴۵۵، ۴۵۶)

(ویکیرہ أذان الجنب وإقامته) قوله (ویکیرہ أذان الجنب) وصرح فی  
 الخانیة بأنه تجب الطهارة فيه عن أغلظ الحدیث، وظاهره أن الكراهة  
 تحریمیة۔ (شامی: ۲/۶۰)



(ومنها) حرمة قراءة القرآن، لاتقرأ الحائض والنفساء والجنب شیئاً من القرآن والآية وما دونها سواء من التحريم على الأصح إلا ان لا يقصد بما دون الآية القراءة مثل أن يقول ”الحمد لله“ يريد الشكر أو ”بسم الله“ عند الأكل أو غيره فإنه لا بأس به، هكذا فى الجوهرة النيرة ولا تحرم قراءة آية قصيرة تجرى على اللسان عند الكلام كقوله تعالى: ”ثم نظر“ أو ”ولم يولد“ هكذا فى الخلاصة، ويجوز للجنب والحائض الدعوات وجواب الأذان ونحو ذلك كذا فى السراجية۔ (فتاوى هندیہ: ۵۱/۱، ۵۲)

### ماں کے پکارنے پر نماز توڑنے کا حکم

(۱) آدمی فرض نماز میں مشغول ہو اور نماز کے درمیان اگر ماں یا باپ آواز دے تو اس کی چند صورتیں ہیں:

(الف) آدمی فرض نماز میں مشغول ہو اور والدین کی پکار کسی ایسی ضرورت کی وجہ سے ہو جس کو پورا نہ کرنے پر ان کو سخت نقصان کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں فرض نماز توڑ کر ان کی پکار کا جواب دینا اور ضرورت پوری کرنا ضروری ہوگا۔

(ب) آدمی فرض نماز میں مشغول ہو اور والدین کی پکار کسی ایسے غیر اہم کام کے لئے ہو جس کو بعد میں بھی پورا کیا جاسکتا ہو تو ایسی صورت میں فرض نماز نہیں توڑی جائیگی۔

(۲) آدمی نفل نماز میں مشغول ہو اور نماز کے درمیان والدین پکارے تو

اس کی دو صورتیں ہیں:

(۱) آدمی نفل نماز میں مشغول ہو اور والدین اس کو پکارے اور والدین کو اس بات کا علم نہ ہو کہ بیٹا نماز میں ہے تو ایسی صورت میں نماز توڑ کر والدین کی پکار کا جواب دینا ضروری ہوگا۔

(۲) آدمی نفل نماز میں مشغول ہو اور والدین اس کو پکارے اور ان کو اس بات کا علم بھی ہو کہ بیٹا نماز میں ہے تو ایسی صورت میں درمختار میں ہے: ”لایجیبہ“ یعنی نماز نہیں توڑے گا؛ البتہ تجنیس میں طحاوی کے حوالے سے جواب نہ دینے کو ”لابأس“ کہا ہے یعنی نماز نہ توڑنے کی گنجائش ہے۔ علامہ شامی فرماتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ اس صورت میں بھی نماز توڑنا اور جواب دینا افضل ہے؛ البتہ ضروری نہیں۔

ولو دعاه أحد أبويه في الفرض لایجیبہ إلا أن یستغیث به. وفي النفل إن علم أنه في الصلاة فدعاه لایجیبہ وإلا أجابه. قوله لایجیبہ عبارة التجنیس عن الطحاوی: لابس أن لایجیبہ. قال ح: وهي تقتضی أن الإجابة أفضل. (در مختار مع الشامی: ۵۰۴/۲)

المصلی إذا دعاه أحد أبويه فلا یجیبہ مالم یفرغ من صلاته إلا أن یستغیث به لأن قطع الصلاة لایجوز إلا للضرورة.

فأما في النوافل إذا ناداه أحد أبويه إن علم أنه في الصلاة وناداه لابس به أن لایجیبہ وإن لم یعلم یجیبہ. (بحر الرائق: ۱۲۵/۲)

لودعاه أحد الأبوين لایجیبہ في الفرض إلا أن یستغیث وفي

النفل إن علم أنه في الصلاة فدعاه لايحيبه وإلا أجابه۔ (نهر الفائق:  
 (۳۰۹/۱)

## بچہ کے رونے کی وجہ سے ماں کا نماز میں تخفیف کرنا

نماز میں تخفیف کرنا یہ چند اعذار کی بناء پر ہوتا ہے، جیسے اسٹیشن پر نماز پڑھی جا رہی ہو اور گاڑی نکل جانے کا خطرہ ہو، اسی طرح کوئی آدمی گھر یا مسجد کے صحن میں نماز پڑھ رہا ہو اور اسی اثناء میں بارش ہونے لگے اور بھیگ جانے کا خطرہ ہو تو اس قسم کے حالات میں زیادہ سے زیادہ اختصار کر کے ما تجوز بہ الصلاة کے ساتھ جلدی نماز ختم کر دینی چاہئے، من جملہ ان اعذار میں سے ایک بچہ کا رونا ہے کہ ماں نماز میں مشغول ہو اور بچہ بہت زیادہ رورہا ہو تو ایسی حالت میں ماں کے لئے نماز میں اختصار کرنے کی اجازت ہوگی۔

وصح "أنه عليه الصلاة والسلام قرأ بالمعوذتين في الفجر حين سمع بكاء صبي" ----- فقد ظهر من كلامه أنه لا ينقص عن المسنون إلا لضرورة كقراءته بالمعوذتين لبكاء الصبي۔ (شامی: ۳۰۵/۲)

## حاملہ عورت کی نماز جنازہ

اگر کسی عورت کے پیٹ میں بے جان بچہ ہو اور اس حالت میں اس عورت کا انتقال ہو جائے تو ایسی صورت میں جنازہ ایک ہی ہوگا اور ان کی ایک ہی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔ (خواتین کے مسائل اور ان کا حل: ۱/۴۱۷)

وإن جمع جاز بأن صلى على الكل صلاة واحدة۔ (شامی):

(۱۱۸/۳)

ومن ولد فمات يغسل ويصلى عليه ويرث ويورث ويسمى إن  
استهل ---- وإلا يستهل غسل وسمى --- ولم يصل عليه۔ (شامی:  
۱۲۹/۳، ۱۳۱)

### مادر رحم میں مردہ بچے اور مردہ ماں کے پیٹ میں زندہ بچے کا حکم

اگر بچے کی موت کا پورا یقین ہو، اور اس کے نہ نکالنے کی صورت میں ماں  
کے مرجانے کا خوف ہو تو ماں کی جان بچانے کی خاطر پیٹ چیر کر بچے کو نکالنا جائز  
ہے۔ لیکن اگر بچہ زندہ ہو تو کاٹنا جائز نہیں۔

اور اگر حاملہ عورت یعنی ماں مرجائے اور اس کے پیٹ میں بچہ زندہ ہو تو  
ایسی حالت میں ماں کے پیٹ کو چیر کر بچے کو نکالا جائے گا۔

حامل ماتت و ولدھا حیّ يضطرب شق بطنها من الأيسر و  
يخرج ولدھا و لو بالعكس و خيف على الأم قطع و أخرج لو ميتا  
وإلا لا. قوله وإلا لا: أي ولو كان حياً لا يجوز تقطيعه لأن موت الأم  
به موهوم و لا يجوز قتل آدمى حيّ لأمر موهوم. (شامی: ۳-۱۴۵)  
الجبلى إذا ماتت و فى بطنها ولد يضطرب يشق بطنها و يخرج  
الولد لا يسع إلا ذلك. (البحر الرائق: ۲-۳۳۰)

## کتاب الزکوٰۃ

### ماں کو زکوٰۃ دینا

بیٹے کا اپنی ماں کو زکوٰۃ دینا درست نہیں ہے اگرچہ ماں محتاج ہو اسی طرح ماں کا اپنے بیٹے کو زکوٰۃ دینا درست نہیں ہے۔

ولا یدفع المزکی زکاة مالہ إلى أبیہ وجده وإن علا ولا إلى ولده و ولد ولده وإن سفل لأن منافع الأملاک بینہم متصلہ فلا یتحقق التملیک علی الکمال. (ہدایہ: ۲۲۳/۱)

ولا یدفع المزکی زکاتہ إلى أبیہ وجده وإن علا ولا إلى ولده و ولد ولده وإن سفل لان منافع الاملاک بینہم متصلہ فلا یتحقق التملیک علی الکمال. (فتح القدير: ۲۷۴/۲)

وعن علی رضی اللہ عنہ أنه قال: لیس لولد ولا لوالد حق فی صدقة مفروضة. (إعلاء السنن: ۹۱/۹) وفي ”رحمة الأمة“ واتفقوا علی أنه لا يجوز دفع الزکاة إلى الوالدين وإن علوا، والمولودين وإن سفلوا. (إعلاء السنن: ۹۱/۹)

وإلى من بینہما ولاد أي بینہ وبين المدفوع إليه، لأن منافع الاملاک بینہم متصلہ فلا یتحقق التملیک علی الکمال. (شامی: ۲۹۳/۳)

## ایسے رشتہ داروں کو زکوٰۃ دینا جن کا نفقہ مزکی پر واجب ہو۔

ایسے رشتہ دار جن کا نفقہ مزکی پر واجب ہے وہ دو طرح کے لوگ ہیں:

- (۱) جن سے ولادت کا تعلق ہو، جیسے باپ بیٹا، ماں بیٹا؛ ان کا ایک دوسرے کو زکاۃ دینا جائز نہیں ہے؛ جیسا کہ اوپر کے مسئلہ میں گزر گیا۔
- (۲) جن کے ساتھ ولادت کا تعلق نہ ہو؛ البتہ قرابت قریبہ کی وجہ سے ان کا نفقہ واجب ہوتا ہے اور ان کو زکاۃ دینا بھی جائز ہے؛ البتہ اس میں یہ شرط ہے کہ نفقہ کی رقم زکاۃ کی رقم میں شمار نہ ہوگی۔

و جميع القرابات غير الأولاد يجوز الدفع إليهم وهو أولى لما فيه من الصلة مع الصدقة. ولو كان بعضهم في عياله ولم يفرض القاضي النفقة له عليه فدفعها إليه ينوي الزكاة جاز عن الزكاة وإن فرضها عليه فدفعها ينوي الزكاة لا يجوز لأنه أداء واجب في واجب آخر فلا يجوز إلا إذا لم يحسبها بالنفقة لتحقق التملك على الكمال۔ (تبیین الحقائق: ۱۲۳/۲)

ولو دفع زكاته إلى من نفقته واجبة عليه من الأقارب جاز إذا لم يحسبها من النفقة۔ (شامی: ۲۹۳/۳)

ولو دفع زكاته إلى من نفقته واجبة عليه من القرابة جاز إذا لم يحسبها من النفقة۔ (بحر الرائق: ۴۲۵/۲)

## سوتیلی ماں کو زکوٰۃ دینا

سوتیلی ماں کو زکوٰۃ دینے میں کوئی حرج نہیں ہے، اس شرط پر کہ وہ زکات کی

مستحق ہو، کیونکہ سوتیلی ماں نہ تو اصول میں داخل ہے اور نہ فروع میں اور نہ ہی اس کے ساتھ زوجیت کا رشتہ ہے، یعنی اس کا نفقہ بچے پر واجب نہیں۔

ویجوز دفعها لزوجة أبيه وابنه وزوج ابنته۔ (شامی: ۲۹۳/۳)

ویجوز أن يعطى امرأة أبيه وابنه وزوج ابنته۔ (تاتارخانیہ: ۲۱۱/۳)

ویجوز دفع الزكاة لزوجة أبيه وابنه وزوج ابنته۔ (فقہ الاسلامی

وادلتہ: ۷۹۳/۲)

## کتاب الصوم

### بچے کی جان کے خوف سے روزہ توڑنا

اگر حاملہ عورت کو اپنی جان یا اپنے بچے کی جان کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو ایسی حالت میں روزہ توڑنا جائز ہے۔

اسی طرح روزہ کی حالت میں دودھ پلاتی ماں اپنی صحت یا اپنے دودھ پیتے بچے کی صحت کو دیکھتے ہوئے روزہ کو برداشت نہیں کر سکتی تو ایسی حالت میں روزہ توڑنے کی گنجائش ہے۔ ہاں اگر کوئی دوسری غیر روزہ دار عورت کا دودھ بچہ پی لیتا ہے تو پھر بچہ کی ماں کو روزہ چھوڑنے کی اجازت نہ ہوگی، لیکن اگر بچے کے لئے کسی اور عورت کا انتظام نہیں ہو سکتا، جیسے کہ بچے کا باپ تنگ دست ہے یا بچہ اپنی ماں کے علاوہ کسی اور کا دودھ نہیں پیتا تو ایسی صورت میں روزہ توڑنے کی گنجائش ہوگی۔

ومنها حبل المرأة وإرضاعها: الحامل و المرضع إذا خافتا على

أنفسها أو ولدتهما أفطرتا (عالمگیری۔ الباب الخامس فى الاعذار  
التي تتبع الاعذار: ۳۰۷/۱۔ وهكذا فى الهنديه: ۲۶۳/۱)

الأعذار المبيحة للفطر المرض والسفر والحبل والرضاع إذا  
اضربها أو بولدها. (تبيين الحقائق۔ فصل فى العوارض: ۱۸۹/۲)  
أو حامل أو مرضع خافت بغلبة الظن على نفسها أو ولدها أو  
مريض خاف الزيادة لمرضه أي ابطاء البرء أو فساد عضو۔ (شامى۔  
فصل فى العوارض المبيحة لعدم الصوم: ۴۰۳/۳)

فاما الأم فلو جوبه ديانه مطلقا وقضاء إذا كان الأب معسرا أو  
كان الولد لا يرضع من غيرها۔ (شامى: ۴۰۳/۳۔ بحر الرائق: ۵۰۰/۲)  
وللحامل والمرضع إذا خافتا على الولد أو النفس أي لهما الفطر  
دفعاً للخرج ولقوله: ”إن الله وضع عن المسافر الصوم وشطر الصلاة  
وعن الحامل والمرضع الصوم“ لأنها لو لم تخف لا يرخص لها  
الفطر. (بحر الرائق۔ فصل فى العوارض: ۵۰۰، ۴۹۹/۲)

### حالتِ صوم میں بچے کے لیے روٹی چبانا

اگر چھوٹے بچے کو روٹی چبا کر کھلانے کی ضرورت ہو اور روزہ دار عورت  
(ماں) کے علاوہ وہاں کوئی اس ضرورت کو پورا کرنے والا نہ ہو تو ماں اپنے بچے کو  
لقمہ چبا کر دے سکتی ہے، لیکن یہ یاد رہے کہ چبانے میں کوئی حصہ حلق کے نیچے نہ  
اترے ورنہ روزہ ٹوٹ جائیگا۔

ومن العذر فى الثانى أن لا تجد من يمضغ الطعام لصبيها من



حائض أو نفساء أو غيرهما ممن لا يصوم ولم تجد طبيخا ولا لبنا حلييا۔ (هنديہ: ۲۵۳/۱ / شامی: ۳۹۵/۳)

والمضغ بعذر بأن لم تجد المرأة من يمضغ لصبيها الطعام من حائض أو نفساء أو غيرهما ممن لا يصوم ولم تجد طبيخا ولبن حلييا لا بأس به للضرورة. (بحر الرائق: ۴۸۹/۲ / تبين الحقائق: ۱۸۵/۲)

## کتاب الحج

### بیٹے کی کمائی سے ماں کی حج

ماں بذاتِ خود حج کی مالی استطاعت رکھتی ہو تو اس پر حج فرض ہوگا ورنہ نہیں، یعنی اگر ماں کی مالی استطاعت نہیں اور اولاد مالدار ہے تو اولاد کے مالدار ہونے سے ماں پر حج فرض نہیں ہوگا۔

ہاں بیٹا اگر ماں کو حج کے مصارف فراہم کر دے تو اب حج فرض ہو جائے گا اور ان پیسوں سے حج کی ادائیگی درست ہو جائے گی۔

اگر بیٹے نے ماں کو حج کے مصارف کا مالک نہیں بنایا، بلکہ اپنے ساتھ حج کے لیے لے کر نکلا اور تمام مصارف بیٹا ادا کرتا ہے، اور ماں نے وہاں پہنچ کر حج کیا تو یہ حج بھی اداء فرض میں معتبر ہوگا۔

إن القدرة على الزاد والراحلة لا بد فيها من الملك دون الإباحة

و العارية. (شامی: ۴۶۰/۳)

والقدرة على الزاد والقدرة على الراحلة أن لا يكونا بطريق

الإباحة ولا بطريق العارية فى حق الراحلة بل بطريق الملك فيهما أو بطريق الاستئجار فى حق الراحلة. (تبيين الحقائق: ۱۲ / ۲۴۰ / بحر الرائق: ۵۴۸/۲)

ومنها القدرة على الزاد والراحلة بطريق الملك أو الإجارة دون الإعارة والإباحة۔ (هنديہ: ۲۷۷/۱)

شرط الوجوب التمكن من الوصول إلى موضع الأداء ألا ترى أن المال لا يشترط فى حق المكي (مجمع الأنهر: ۱ - ۲۶۰)

### والدہ کو عمرے کا ثواب

اگر کوئی آدمی اپنی والدہ مرحومہ کو عمرہ کا ثواب پہنچانا چاہے تو اس کی دو صورتیں ہیں:

(۱) پہلی یہ کہ آدمی خود اپنی طرف سے عمرہ کرے اور ثواب اپنی والدہ کو بخش دے۔

(۲) دوسری یہ کہ احرام باندھتے وقت یہ نیت کرے کہ میں اپنی والدہ مرحومہ کی طرف سے عمرہ کا احرام باندھتا ہوں، یا اللہ! عمرہ میرے لئے آسان فرما اور میری والدہ کی جانب سے اس کو قبول فرما۔

الأصل أن كل من أتى بعبادة ما، له جعل ثوابها لغيره ---- سواء كانت صلاة أو صوماً أو صدقة أو قراءة أو ذكراً أو طوافاً أو حجاً أو عمرة۔ (شامی: ۱۰/۴)

والأصل فيه أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره صلاة أو صوما أو صدقة أو قراءة قرآن أو ذكرا أو طوافا أو حجا أو عمرة أو غير ذلك۔ (بحر الرائق: ۱۰۵/۳)

الأصل في هذا الباب أن الإنسان له أن يجعل ثواب عمله لغيره ----- صلاة كان أو صوما حجا أو صدقة أو قراءة القرآن أو أذكارا إلى غير ذلك۔ (تبيين الحقائق: ۴۱۹/۲)

ومنها نية المحجوج عنه عند الإحرام، والأفضل أن يقول بلسانه: لبيك عن فلان۔ (هنديہ: ۳۲۹/۱)

أن الحج عن الغير إن شاء قال: لبيك عن فلان وإن شاء اكتفى بالنية۔ (تاتارخانيه: ۶۴۷/۳)

### ماں کی طرف سے اولاد کا حج بدل

والده مرحومہ کی جانب سے بیٹا یا بیٹی حج بدل کر سکتے ہیں، مگر بہتر یہ ہے کہ وہ (بیٹا یا بیٹی) پہلے اپنا حج اداء کر چکے ہوں، کیونکہ ایسا نہ کرنے کی صورت میں کراہت لازم آتی ہے۔

والذی يقتضيه النظر أن حج الضرورة عن غيره إن كان بعد تحقق الوجوب عليه بملك الزاد والراحلة والصحة فهو مكروه كراهة تحريم۔۔۔۔۔ ومع ذلك يصح لأن النهي ليس لعين الحج۔۔۔۔۔ والحق أنها تنزيهية على الأمر۔ (شامی: ۲۱/۴)

والأفضل للإنسان إذا أراد أن يحج رجلا عن نفسه أن يحج

رجلا قد حج عن نفسه، ومع هذا لو أحج رجلا لم يحج عن نفسه  
حجة الإسلام يجوز عندنا و سقط الحج عن الأمر۔ (هنديہ:  
(٣٣٠/١)

والأفضل للإنسان إذا اراد أن يحج رجلا عن نفسه أن يحج رجلا قد  
حج عن نفسه، ومع هذا لو أحج رجلا لم يحج عن نفسه حجة  
الإسلام يجوز عندنا و سقط الحج عن الأمر۔ (عالمگیری:  
(٢٥٧/١)

## کتاب البیع

### باندی کے حمل اور باندی کی بیچ میں تفریق

غلام اور باندی شریعت اسلامیہ کی نظر میں مال متقوم ہے اور ان کی خرید و فروخت درست ہے، البتہ ان کی خرید و فروخت کے بعض مخصوص احکام بھی ہیں، مثلاً:

(۱) حاملہ باندی کے پیٹ میں موجود فقط حمل کو بیچنا اور ماں یعنی باندی کو نہ بیچنا، یہ جائز نہیں ہے۔

(۲) حاملہ باندی کو بیچ کر اس کے پیٹ میں موجود حمل کو مستثنیٰ کرنا یعنی اس کو نہ بیچنا، یہ بھی درست نہیں ہے۔

ولا یبع الحمل ولا النتاج لنہی النبی ﷺ عن بیع الحبل و حبل الحبلۃ۔ (فتح القدیر: ۳۷۵/۶، ہدایہ: ۵۳/۳)

ومن اشتری جاریۃ الاحملہا فالبیع فاسد۔ (ہدایہ: ۶۲/۳)  
وکذا فی فتح القدیر: ۴۱۱/۶

بطل بیع مالیس بمال کالدم والمیتة والحر۔۔۔۔۔ والملاقیح  
۔۔۔۔۔ مافی البطن من الجنین۔۔۔۔۔ والنتاج۔۔۔۔۔ حبل الحبلۃ۔  
(شامی: ۲۸۳/۷)

ویبع الحمل أي الجنین وأمة إلا حملہا۔۔۔۔۔ لنہی النبی ﷺ  
عن المضامین والملاقیح و حبل الحبلۃ۔ (شامی: ۲۵۱/۷)

## غلام ماں بیٹے میں باعتبار بیع تفریق

ماں اور بیٹے کے درمیان (یعنی باندی اور اس کے بچے کے درمیان) باعتبار بیع تفریق کرنا یعنی باندی کو بیچنا اور بچے کو نہ بیچنا یا بچے کو بیچنا اور باندی کو نہ بیچنا مکروہ ہے۔

ولایفرق بین صغیر و ذی رحم محرّم منه. (شامی: ۳۰۷/۷،

(۳۰۸

ومن ملك مملو کین صغیرین أحدهما ذورحم محرّم من الآخر لم یفرق بینهما وكذلك إن كان أحدهما کبیرا والأصل فیہ قوله صلی اللہ علیہ وسلم: من فرق بین والدہ وولدها فرق اللہ بینہ و بین أحبته یوم القیمة“ ووهب النبی ﷺ لعلی غلامین أخوین صغیرین ثم قال له ما فعل الغلامان فقال بعث أحدهما فقال ادرك ادرك ویروی اردد اردد۔۔۔۔ فان فرق کره له ذلك وجاز العقد۔ (هدایہ: ۷۱، ۷۰/۳

ولایفرق بین صغیر و ذی رحم محرّم منه سواء کان الآخر صغیرا مثله أو کبیرا لقوله صلی اللہ علیہ وسلم ”من فرق بین والدہ وولدها فرق اللہ بینہ و بین أحبته یوم القیمة“۔ (تبیین الحقائق: ۴۱۳/۴

## کتاب الاجارہ

### ماں کی خدمت پر اجرت لینا

بیٹا اپنی ماں کی خدمت کے عوض اجرت نہیں لے سکتا، اس لئے کہ اولاد کی نعمت ماں باپ کے لیے اللہ تعالیٰ کا انعام اور احسان ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ ماں باپ کو اپنے بیٹے سے راحت اور آرام پہنچے۔ اور بیٹا اگر ماں کی خدمت کے عوض اجرت کا مطالبہ کرتا ہے تو اس صورت میں یہ بیٹا پر ماں باپ کے انعام اور احسان کے خلاف سمجھا جائے گا، اس لیے بیٹے کا ماں کی خدمت کے عوض اجرت کا مطالبہ کرنا جائز نہیں۔

(۲) بچے پر عرفی اور شرعی اعتبار سے ماں کی خدمت لازم ہے اور ماں دوسروں کے مقابلہ میں اپنی اولاد سے زیادہ خدمت کی محتاج ہوتی ہیں اور اپنی اولاد پر زیادہ مہربان ہوتی ہیں لہذا اولاد پر بغیر اجرت کے ماں کی خدمت کرنا لازم ہے۔

(۳) قرآن و حدیث میں اولاد کو ماں کی خدمت کا حکم دیا گیا ہے اور ماں کی خدمت پر اجرت لینا بالفاظ دیگر اجرت کے بغیر خدمت سے انکار نافرمانی ہے اور نافرمانی حرام ہے؛ لہذا ماں کی خدمت پر اجرت لینا حرام ہوگا۔

ان وجوہات کی بناء پر ماں کی خدمت پر اجرت لینا جائز نہیں ہے۔

وإن استأجر الرجل ابنه ليخدمه في بيته لم يجز ولا أجر عليه

لان خدمة الاب مستحق على الابن دينا وهو مطالب به عرفا فلا

يأخذ عليه أجرا ويعد من العقوق أن يأخذ الولد الاجر على خدمة أبيه  
والعقوق حرام۔ وكذلك ان استأجرته الأم لان خدمتها أو جب عليه  
فإنها أحوج الى ذلك وأشفق عليه. (المبسوط: ۵۶/۱۶)

### ماں کو برائے خدمت اجرت پر رکھنا۔

بچہ اپنی ماں کو اپنے گھر میں برائے خدمت اجرت پر رکھے، یعنی جس طرح  
اجنبی عورت کو گھریلو کام کاج یعنی خدمت کے لیے رکھتا ہے اس طرح اپنی ماں سے  
اجرت پر کام لینا، کروانا، خدمت اور چاکری کروانا جائز نہیں، کیوں کہ ایسا کرنا  
ماں باپ کی تعظیم کے خلاف ہے؛ ان کی توہین ہے، شریعت کی تعلیم تو یہ ہے کہ بیٹا  
بلا عوض ماں باپ کی خدمت کرے، یعنی بیٹا ماں کی خدمت اور چاکری کرے، چہ  
جائیکہ بیٹا اپنے ماں باپ سے چاکری اور نوکری کروائے اور انہیں تنخواہ دے۔ یہ  
سراسر ان کی توہین ہے۔

وإن استأجر الإبن أباه أو أمه أو جدہ أو جدته لخدمته لم يجز لأنه  
منهى عن استخدام هؤلاء لمأفیه من الاذلال فلا يجوز۔  
(المبسوط: ۵۶/۱۶)

ولا يجوز له أن يؤجر من ابیه وابنه وکل من لا تقبل شهادته له فی قول  
أبی حنیفة۔ (بدائع: ۲۱/۴)

### خدمت کے علاوہ امور میں بیٹے کو اجرت پر رکھنا

ماں اگر اپنے بیٹے کے ساتھ خدمت کے علاوہ کوئی اور کام کاج مثلاً بکریاں



چرانایا تجارتی کاروبار کے لئے اجارہ کا معاملہ کرے تو یہ درست اور جائز ہے۔ یعنی بیٹا ایسے کاموں پر اجرت کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

وإن كان أحدهما استأجره ليرعيه غنما أو يعمل غير الخدمة جاز فإن ذلك غير مستحق عليه ولا هو مطلوب في العرف۔  
(المبسوط: ۵۶/۱۶)

### اپنے بچوں کو دودھ پلانے کے لیے ماں کو اجرت دینا

آدمی کا اپنی اولاد کو دودھ پلانے کی غرض سے اپنی والدہ کے ساتھ اجارہ کا معاملہ کرنا درست ہے اور اس کام (پوتا یا پوتی کو دودھ پلانے) پر والدہ کا اجرت لینا جائز ہے۔

ولو استأجر أمه أو ابنته أو أخته ترضع صبياله كان جائزا وعليه الاجر۔ (المبسوط: ۱۲۹/۱۵)

## کتاب الهبة

### اولاد کے مابین ہدایا میں مساوات

ماں پر اپنی اولاد کو کوئی چیز مثلاً روپے، پیسے یا مال وغیرہ ہبہ کرنے میں برابری کرنا لازم ہے، لیکن اگر ماں نے برابری نہیں کی تو ہبہ نافذ ہو جائے گا؛ البتہ ایسی صورت میں ماں گنہگار ہوگی۔

عن النعمان بن بشیر<sup>رض</sup> أنه قال: أن أباه أتى به رسول الله ﷺ ف قال: إني نحت ابني هذا غلاما كان لي، فقال رسول الله ﷺ أكل ولدك نحلته مثل هذا؟ فقال: لا فقال رسول الله ﷺ فارجه. (مسلم، باب كراهت تفضيل بعض الأولاد في الهبة: ۳۶/۲)

يكره تفضيل بعض الأولاد على البعض في الهبة حالة الصحة إلا لزيادة فضل له في الدين، وإن وهب ماله كله لواحد جاز قضاء وهو آثم۔ (بحر الرائق: ۴۹۰/۷)

ولو وهب رجل شيئا لأولاده في الصحة وأراد تفضيل البعض على البعض في ذلك، لارواية لهذا في الأصل عن أصحابنا، وروى عن أبي حنيفة<sup>رض</sup>، أنه لا بأس به إذ كان التفضيل لزيادة فضل له في الدين وإن كانا سواء يكره۔ (هنديہ: ۵۳۱/۴)

وفى الخلاصة: المختار التسوية بين الذكر والأنثى في الهبة۔

(بحر الرائق: ۴۹۰/۷)

## اولاد کو دیے ہوئے ہبہ میں رجوع نہیں

اگر ماں اپنی اولاد کو کوئی چیز ہبہ کے طور پر دے تو ماں کو اولاد سے وہ چیز واپس لینے کا حق نہیں ہوگا۔ اسی طرح بیٹا بھی اپنی ماں کو دیا ہو ہبہ رجوع نہیں کر سکتا۔

وإن وهب هبة لذي رحم محرم منه لم يرجع فيها لقوله عليه السلام ”إذا كانت الهبة لذي رحم محرم لم يرجع فيها“۔ (ہدایہ: ۲۹۲/۳)

أما العوارض المانعة من الرجوع فأنواع: ومنها القرابة المحرمية سواء كان القريب مسلماً أو كافراً ولا يرجع في الهبة من المحارم بالقرابة كالآباء والأمهات، وإن علوا والأولاد وإن سفلوا وأولاد البنين والبنات في ذلك سواء۔ (ہندیہ: ۵۲۴/۴)

فلو وهب لذي رحم محرم منه لا يرجع لحديث الحاكم مرفوعاً ”إذا كانت الهبة لذي رحم محرم لم يرجع فيها“۔ (بحر الرائق: ۵۰۰/۷)

فلو وهب لذي رحم محرم منه----- لا يرجع۔ (شامی: ۵۱۲/۸)

## کتاب النفقة

### ماں کا اپنے بیٹے کے مال میں سے کچھ لینا

اگر ماں اپنے بیٹے کے مال میں سے کوئی چیز نفقہ کے طور پر لینا چاہے تو اس کی اجازت ہے۔

أما الأبوان فإن لهما تأويلان في مال الولد لقوله ﷺ "أنت ومالك لأبيك" - (تبیین الحقائق: ۳۲۸/۳)

اور نفقہ کے علاوہ زائد مال میں ماں باپ اور بیٹے کی املاک الگ الگ ہے، اس لئے رضا مندی کے بغیر بیٹے کا مال لینا درست نہیں، رضا مندی خواہ حکماً ہو جیسے چھوٹی موٹی خورد و نوش اور استعمال کی اشیاء میں عموماً رضا مندی ہوتی ہے، یا صراحناً جس قدر مال استعمال کرنے کی اجازت ہو اس قدر استعمال کر سکتے ہیں۔ اس سے زیادہ استعمال کرنے کی اجازت نہیں۔

لقوله ﷺ "أنت ومالك لأبيك" أضاف مال الابن إلى الأب بلام التمليك، وظاهره يقتضى أن يكون للأب في مال ابنه حقيقة الملك، فإن لم تثبت الحقيقة فلا أقل من أن يثبت له حق التملك عند الحاجة - (بدائع: ۴۴۰/۳)

ومن وطى امة ابنه فولدت منه فهى أم ولد له وعليه قيمتها و لامهر عليه ومعنى المسألة ان يدعيه الأب ووجهه ان له ولاية تملك مال ابنه للحاجة إلى البقاء فله تملك جاريته للحاجة إلى صيانة الماء

غير أن الحاجة إلى ابقاء نسله دونها إلى ابقاء نفسه فلهذا يتملك  
الجارية بالقيمة۔ (هدایہ: ۳۶۲/۲)

یعنی بیٹے کے مال میں باپ کو ملک ثابت نہیں، البتہ ضرورت کے پیش نظر  
حق تملک حاصل ہے۔ اور جہاں ضرورت نہیں وہاں حق تملک بھی حاصل نہیں۔  
پھر ضرورت کے پیش نظر جہاں حق تملک ہے، وہاں ضرورت کے درجات کے  
اعتبار سے احکام الگ ہیں۔

چنانچہ ہدایہ کی مذکورہ عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ ضرورت کے پیش نظر  
طعام یعنی نفقہ تو بلا عوض باپ لے سکتا ہے، جبکہ باندی پر تملک کی صورت میں اس  
کی قیمت بھی دینی پڑے گی اور یہ تملک بھی ابقاء نسل اور صیانتِ ماء کی ضرورت کو  
مقرر مان کر درست قرار دیا گیا ہے، اس سے ثابت ہوا کہ بچے کے مال میں سے  
بلا ضرورت ماں باپ کو کچھ لینے کی اجازت نہیں۔

## کتاب الوصیة

### ذوی القرباۃ کی وصیت کا مصداق

وصیت لذوی القرباۃ میں ام (اور اب) شامل ہوں گے یا نہیں؟  
اس میں امام صاحب اور صاحبین<sup>۲</sup> دونوں کے نزدیک ابویں شامل نہیں  
ہوں گے؛ البتہ اس مقام پر کتب فقہ میں ذوی القرباۃ کے مصداق اور معنی میں  
تفصیلی بحث اور اس میں امام صاحب اور صاحبین<sup>۲</sup> کا اختلاف مذکور ہے۔

صاحبین<sup>ؓ</sup> کے نزدیک اس لفظ میں عموم ہے جب کہ امام صاحب<sup>ؒ</sup> کے نزدیک کچھ شرائط اور تخصیص ہے؛ مگر لاوصیۃ لوارث کے مطابق اور اقرب کے معنی میں شامل نہ ہونے کی وجہ سے ابوین وصیت میں شامل نہ ہوں گے، یہ مسئلہ متفق علیہ ہے۔

ولو أوصی لذوی قرابته أو قراباته أو لأنسابه أو لأرحامه أو لذوی أرحامه هذه الألفاظ الخمسة سواء، فعند أبي حنيفة: الوصية بهذه الألفاظ الأقرب فالأقرب، فالحاصل أن عند أبي حنيفة يعتبر في هذه الوصية خمسة أشياء: الرحم المحرم والأقرب فالأقرب وجمع الوصية، وهو اثنان فصاعدًا وأن يكون سوى الوالدين والمولودين وأن يكون ممن لا يرث،

وعندهما يدخل في هذه الوصية ذوالرحم المحرم والقريب والبعيد إلى أقصى أب له في الإسلام، ولا خلاف في إعتبار الأوصاف الثلاثة وهي إعتبار جمع الوصية وأن لا يكون والدًا ولا ولدًا وأن يكون ممن لا يرث۔ (بدائع: ۴۵۱/۶)

### ذمی اور حربی ماں کے لیے وصیت

اگر ماں ذمی ہو تو بیٹے کا اپنی ذمی ماں کے لئے وصیت کرنا جائز ہے۔ اور اگر ماں حربی ہو تو بیٹے کا اپنی حربی ماں کے لئے وصیت کرنا جائز نہیں ہے۔  
تنبیہ: شریعت محمدیہ میں وارث کے لئے وصیت کے ممنوع و غیر نافذ ہونے

کی دو وجہ ہیں: (۱) حق شرع کی بنیاد پر (۲) حق وراثت کی بنیاد پر۔  
 حق وراثت کی بنیاد پر عدم نفاذ واضح ہے۔ کیوں کہ جیسے ”لا وصیۃ  
 لوارث“ کے حکم میں تمام ورثاء داخل ہیں۔

حق شرع کی بنیاد پر عدم نفاذ کی مثال حربی کے لئے وصیت کرنا ہے۔ جیسا کہ  
 ہمارے مسئلہ میں حربی ماں کے لئے وصیت کرنا ممنوع و غیر نافذ ہے، اس کی وجہ یہ  
 ہے کہ ہمیں حفاظت دین کے خاطر ان کے ساتھ تعلقات، احسان و سلوک سے  
 روکا گیا ہے اور من جملہ احسان و سلوک کے وصیت بھی ہے؛ لیکن ذمی اس حکم کے  
 تحت نہیں آئے گا؛ کیونکہ ”لہم مالنا وعلیہم ماعلینا“ کے مطابق عقد ذمہ کے  
 تحت یہ حقوق ہمارے ان کے درمیان مساوی ہیں، لہذا ذمی اس حکم سے خارج  
 ہو جائے گا۔

ومنها: أن لا یكون حربیا عند مستأمن فإن كان لاتصح الوصیة  
 له من مسلم أو ذمی لأن التبرع بتملیك المال إیاه یكون إعانة له علی  
 الحراب وإنه لا یجوز۔ حتی لو كان ذمیا فأوصی له مسلم أو ذمی  
 جاز، لقوله ﷺ ”فإذا قبلوا عقد الذمة فاعلمهم أن لهم ما للمسلمین  
 وعلیہم ما علی المسلمین“ وللمسلم أن یوصی مسلماً أو ذمیا كذا  
 لهم. (بدائع: ۴۳۹/۶)

وصحت أي الوصیة من المسلم لذمی وبالعكس للاحربی فی  
 داره. قوله (لاحربی فی داره) أي وإن أجازت الورثة لنهینا عن برهم  
 بقوله تعالیٰ: ﴿إنما ینهاکم اللہ﴾ الآية فعدم الجواز لحق الشرع

لالحق الورثة. (شامی: ۳۴۵/۱۰)

وتصح الوصية من المسلم لذمی وبالعکس، فالاول لقوله تعالى: ﴿لا ینھکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین﴾ والثانی لأنه بعقد الذم ساوی المسلم فی المعاملات والتبرعات حتی جاز التبرع من الجانین فی حال الحیاة فکذا بعد الممات.

والوصية لحربی هو فی دارهم باطله لأنها بروصلة وقد نهينا عن بر من یقاتلنا لقوله تعالى ﴿إنما ینھکم اللہ عن الذین قاتلوکم فی الدین﴾ - (مجمع الأنهر: ۴/۱۹، ۴۲۰)

## کتاب المیراث

### ماں کے حق میراث کی تین حالتیں۔

شریعت میں وارث کے حقدار ہونے کی تین (۳) صورتوں ذوی الفروض، عصبہ اور ذوی الارحام میں ماں کا شمار ذوی الفروض میں ہوتا ہے اور ماں ۳ شکلوں میں علی اختلاف الأحوال وارث ہوتی ہے جس کی تفصیل ذیل میں مذکور ہے:

(۱) اگر میت کی کوئی اولاد، نیز کسی بھی جہت کے دو یا زائد بھائی بہن موجود نہ ہوں تو اس وقت ماں کو میت کے ترکہ میں سے ایک ثلث ملے گا۔

فإن لم یکن له ولد وورثه أبواه فلامه الثلث۔ (سورہ نساء: ۱۱)

(۲) اگر میت کی کوئی اولاد یا کسی بھی جہت کے دو یا زائد بھائی بہن موجود

ہو تو اس وقت ماں کو میت کے ترکہ سے ایک سدس ملے گا۔



فإن كان له إخوة فلامه السدس - (سورة نساء: ۱۱)  
ولأبويه لكل واحد منهما السدس مما ترك إن كان له ولد -  
(سورة نساء: ۱۱)

(۳) اگر میت نے اپنے بعد بیوی اور والدین چھوڑے ہو تو اس وقت ماں کو ثلث بعد فرض احد الزوجین یعنی (میاں بیوی میں سے ایک کا حصہ دینے کے بعد جو بچے گا) اس کا ثلث ملے گا۔

وأما للام فاحوال ثلث : السدس مع الولد أو ولد الابن و ان  
سفل او مع الاثنتين من الإخوة والاحوات فصاعدا من اي جهة كانا  
و ثلث الكل عند عدم هؤلاء المذکورين و ثلث ما بقى بعد فرض احد  
الزوجين و ذلك فى مسئلتين زوج و ابوين و زوجة و ابوين - (سراجى:  
۱۷، ۱۸)

وللإم ثلاثة أحوال : السدس مع أحدهما أو مع اثنتين من الإخوة  
أو من الأخوات فصاعدا من أي جهة كانا ولو مختلطتين و الثلث عند  
عدمهم و ثلث الباقي مع الأب و أحد الزوجين - (شامى: ۱۰/ ۵۱۴)  
و الثالثة الأم و لها ثلاثة أحوال: السدس مع الولد، و ولد ابن أو  
اثنتين من الإخوة و الأخوات من أي جهة كانوا، و الثلث عند عدم  
هؤلاء و ثلث ما يبقى بعد فرض الزوج و الزوجة، و ذلك فى موضعين  
زوج و أبوان، أو زوجة و أبوان، فإن للأم ثلث ما يبقى بعد نصيب  
الزوج أو الزوجة و الباقي للأب عند الجمهور - (هنديہ: ۶/ ۵۵۸)

## کتاب الرق

### آزادی اور غلامی میں بچہ ماں کے تابع ہوگا۔

(۱) بیٹا غلامیت اور آزاد ہونے میں اپنی ماں کے تابع ہوتا ہے، اگر ماں باندی ہے تو بیٹا غلام ہوگا اور اگر ماں آزاد ہے تو بیٹا بھی آزاد ہوگا؛ ہاں مولیٰ کا باندی سے پیدا کیا ہوا بچہ ماں کے غلام رہتے ہوئے بھی آزاد ہوگا۔

والولد يتبع الأم فى الملك بسائر أسبابه أى كسراء وهبة وإرث والرق والحرية. (شامی: ۴۰۰/۵، ۴۰۱)

ولد الأمة من مولاها حر و ولدها من زوجها مملوك لسيدها، وولد الحرة حر على كل حال، فيتبعها فى وصف الحرية كما يتبعها فى المملوكية۔ (ہندیہ: ۱۳/۲)

وولد الأمة من مولاها حر و ولدها من زوجها مملوك لسيدها وولد الحرة حر على كل حال الخ. (ہندیہ: ۴۵۷/۲)

والولد يتبع الأم فى الملك والحرية والرق----- لإجماع الأمة عليه۔ (تبيين الحقائق: ۳۴۵/۳)

إذا كانت الحرة تحت مملوك فولدت عتق الولد بعقتها۔

(المبسوط: ۸۷/۸)

### آزاد سمجھ کر باندی سے کیے ہوئے نکاح کی اولاد کا حکم

(۲) اگر کوئی آدمی باندی سے یہ سمجھتے ہوئے نکاح کرے کہ وہ آزاد ہے اور

پھر اس سے بچہ پیدا ہو؛ تو ایسی صورت میں بچہ آزاد سمجھا جائے گا۔

ولو تزوجها على أنها حرة ثم علم بعد ذلك أنها أمة ما كان في بطنها فهو حر۔ (المبسوط: ۱۱۸/۵)

باندی کی آزادی ماں ہونے کی حالت میں دو چیزوں پر موقوف ہوتی ہے:  
(۱) اول یہ کہ اگر بچہ اپنی ماں کا مالک بن جائے، چاہے خریدنے کے ذریعہ یا ہبہ کے ذریعہ یا وراثت کے ذریعہ یا کسی اور ذریعہ سے تو ایسی صورت میں ماں اسی وقت آزاد ہو جائے گی۔

(۲) دوسری یہ کہ اگر باندی نے اپنے آقا سے بچہ جنا تو بچہ کا نسب آقا سے ہوگا اور باندی ام ولد بن جائے گی اور اپنے آقا کی موت ہوتے ہی وہ آزاد ہو جائے گی۔

عن سمرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال من ملك ذارحم محرم فهو حر۔ (ترمذی شریف: ۲۵۳/۱)

ذكر عن عائشة عن رسول اللہ ﷺ قال من ملك ذارحم محرم منه فهو حر وكذلك روى عن عمر وعبدالله بن مسعود وفي هذا دليل على ان من ملك قريبه يعتق عليه۔ (المبسوط: ۶۹/۷)

ومن ملك ذارحم محرم منه عتق عليه وهذا اللفظ مروى عن النبى ﷺ وقال عليه السلام من ملك ذارحم محرم منه فهو حر۔ (هدايہ: ۴۵۵/۲)

ولدت أمة من السيد لم تملك أي إذا ولدت أمة من مولاها

لا يجوز تملیکها لما روى عن ابن عباس رض "أنه عليه الصلاة والسلام قال: من وطئ أمة فولدت له فهي معتقة عن دبر منه۔ (تبیین الحقائق: ۴۰۵/۳)

وإذا ولدت الأمة من سيدها فهي ام ولد حکمها أنها تعتق بموته من كل ماله۔ (شامی: ۴۵۶، ۴۵۲/۵)

### بیٹا رضاعی ماں کا مالک بن جائے تو

اگر بچہ اپنی رضاعی ماں کا مالک بن جائے تو ایسی صورت میں رضاعی ماں آزاد نہ ہوگی۔

ولو ملك محرما له برضاع أو مصاهرة لم يعتق عليه لأنه لا قرابة بينهما والرضاع انما جعل كالنسب فى الحرمة ولهذا لا يتعلق به استحقاق الميراث والنفقة وليس من ضرورة ثبوت الحرمة العتق عليه اذا ملكه۔ (المبسوط: ۷۴/۷)

ويصح بملك ذى رحم محرم أي قريب، قال الشامی: فالمحرم بلا رحم كابنه رضاعا وزوجة أصله وفرعه فلا يعتق عليه اتفاقا، وكذا الرحم بلا محرم كبنى الأعمام والأخوال لا يعتق عليه اتفاقا۔ (شامی: ۳۹۴/۵)

## کتاب السیر

### جہاد میں جانے کے لئے ماں کی اجازت لینا

اگر کوئی شخص جہاد میں جانے کا ارادہ کرے تو اس کے لئے اپنی ماں سے اجازت لینے کے بارے میں کچھ تفصیل ہے، اور وہ یہ ہے کہ جہاد یا تو فرض عین ہوگا یا فرض کفایہ۔

اگر جہاد فرض کفایہ ہے تو بیٹے کے لئے اپنی ماں کی اجازت لینا ضروری ہے؛ بغیر ماں کی اجازت کے اس کے لئے جہاد میں جانا جائز نہیں ہے۔ اور اگر جہاد فرض عین ہے تو اس وقت ماں کی اجازت لینا ضروری نہیں ہے؛ بغیر ماں کی اجازت کے وہ جہاد کے لئے جاسکتا ہے۔

وإذا أراد الرجل أن يخرج للجهاد وله أب أو أم فلا ينبغي له أن يخرج إلا بإذنه إلا من نفير العام۔ (ہندیہ: ۲۴۸/۲، ۲۴۹)

لا يفرض على صبي وبالغ له أبوان أو أحدهما لأن طاعتهما فرض عين قال الشامي فالمستحب؛ أن لا يخرج إلا بإذنهما۔ (شامی: ۲۰۲/۶)

وكذا الولد لا يخرج إلا بإذن والديه أو أحدهما إذا كان الآخر ميتا لأن بر الوالدين فرض عين فكان مقدما على فرض الكفاية۔ (بدائع: ۵۸/۶)

و کذا الولد یخرج بغير اذن والديه، وفي غير النفیر العام لا یخرج  
إلا بإذنهما. (تبيين الحقائق: ۸۲/۴)

لا یجوز الجهاد إلا بإذن الأبوين المسلمین، أو بإذن أحدهما إن  
كان الآخر کافراً، إلا إذا تعین. (الموسوعة الفقهیه: ۱۳۲/۱۶)

## تجارت یا طلب علم کے لئے سفر کی خاطر والدین کی اجازت

ہر وہ سفر جس میں ہلاکت سے اطمینان نہ ہو، اور شدید خطرہ کا اندیشہ ہو تو  
ایسی صورت میں لڑکے کے لئے والدین کی اجازت کے بغیر نکلنا درست نہیں ہے،  
اس لئے کہ والدین اپنی اولاد پر مشفق ہوتے ہیں، تو اس صورت میں انہیں ضرر  
پہنچے گا؛ اور جس سفر میں اطمینان ہو اور خطرہ کا اندیشہ بھی نہ ہو تو ایسی صورت میں  
والدین کی اجازت کے بغیر نکلنا اس شرط پر جائز ہے کہ والدین کو بے یار و مددگار نہ  
چھوڑے اس لئے کہ اس صورت میں ضرر نہیں رہا۔

بایں وجہ اگر اپنے شہر میں تعلیم مہیا نہ ہو، راستہ پر امن ہو اور والدین کے  
ضیاع کا اندیشہ بھی نہ ہو تو تعلیم کے سفر کے لئے والدین کی اجازت ضروری نہیں  
ہوگی؛ کیونکہ اس سفر سے انہیں بجائے ضرر کے نفع ہوگا۔ اور اسے نافرمانی کا عار  
لاحق نہیں ہوگا۔

اسی طرح اگر تجارتی سفر ہو اور والدین بیٹے کی خدمت سے مستغنی ہوں اور  
ان کے ضیاع کا اندیشہ بھی نہ ہو تو بیٹا بغیر والدین کی اجازت کے تجارتی سفر پر نکل  
سکتا ہے لیکن اگر والدین بیٹے کی خدمت کے محتاج ہوں تو ان کی اجازت کے بغیر

## بيئات تجارتي سفرنه كرهـ

لا يحل سفر فيه خطر إلا بإذنهما، وما لا خطر فيه يحل بلا إذن،  
ومنه السفر في طلب العلمـ قوله: (فيه خطر) كالجهاد و سفر البحرـ  
قوله: (وما لا خطر) كالسفر للتجارة والحج والعمرة يحل بلا إذن، إلا  
إن خيف عليهما الضيعةـ قوله: (ومنه السفر في طلب العلم) لأنه  
أولى من التجارة إذا كان الطريق آمناً ولم يخف عليهما الضيعةـ  
(شامى: ٢٠٣/٦)

والأصل إن كان سفر لا يؤمن فيه الهلاك ويشتد فيه الخطر لا يحل  
للولد أن يخرج إليه بغير إذن والديه لأنهما يشفقان على ولدهما  
فيتضرران بذلكـ وكل سفر لا يشتد فيه الخطر يحل له أن يخرج إليه  
بغير إذنهما إذ لم يضيعهما لأنعدام الضررـ ومن مشايخنا من رخص  
فى سفر التعلم بغير إذنهما لأنهما لا يتضرران بذلك بل ينتفعان به فلا  
يلحقه سمة العقوقـ (بدائع: ٥٨/٦)

وكذا كل سفر فيه خطر لأن الإشفاق عليه يضرهما وإن لم  
يكن فيه خطر فلا بأس بأن يخرج بغير إذنهما إذا لم يضيعهما-----  
أما إذا كان غيره كالتجارة والحج فلا بأس بأن يخرج بغير إذن والديه  
لأنه ليس فى هذين السفرين إبطال حقهما لأنه ليس فيه خوف  
هلاكه حتى لو كان السفر مثل السفر فى البحر لا يخرج بغير إذنهما،  
ثم إنما يخرج بغير إذنهما للتجارة إذا كانا مستغنيين عن خدمته، أما

إذا كانا محتاجين فلا۔ (تبيين الحقائق: ۸۲/۴)

## با اعتبار دین بچہ کس کے تابع ہوگا؟

جو بچہ اپنی حد تک مختار ہو یعنی اپنی ضروریات سمجھ لیتا ہو اسی طرح وہ بچہ جو اپنی ضرورت کو نہ سمجھ سکتا ہو وہ دونوں دارالاسلام میں خیر الابوین کے تابع ہوں گے یعنی والدین میں سے جو مسلمان ہے، مثلاً ماں مسلمان ہے تو بچہ ماں کے تابع ہو کر مسلمان ہوگا۔

دارالحرب سے آنے والے جس بچے کے ماں باپ یا کوئی ایک مسلمان ہو اور وہ دارالاسلام میں رہتے ہوں تو اب اس بچے کو تبعاً مسلمان سمجھا جائے گا، اور اس کو دارالحرب لوٹنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

اور اگر دونوں میں سے کوئی مسلمان نہ ہو تو بچہ مسلمان نہیں سمجھا جائے گا چنانچہ اگر دونوں (ماں باپ) ذمی ہیں تو اس صورت میں بچہ کو دارالحرب لوٹنے کا اختیار ہوگا۔

لودخل الصغير الذی يعبر عن نفسه دارنا لزيارة أبويه فان كانا ذميين فله الرجوع إلى دار الحرب بخلاف ما إذا كانا مسلمين أو أحدهما فانه يصير مسلماً تبعاً للمسلم منهما لأن الذی يعبر عن نفسه في حكم التبعية في الاسلام كالذی لا يعبر عن نفسه قال وبهذا تبين خطأ من يقول من أصحابنا ان الذی لا يعبر عن نفسه لا يصير مسلماً تبعاً لأبويه فقد نص محمد هاهنا على أنه يصير مسلماً۔ اه۔ (شامی :



(ومن أسلم منهم أحرز نفسه وطفله و كل مال معه أو وديعة عند مسلم أو ذمی دون ولده الكبير وزوجته وحملها وعقاره وعبدہ المقاتل) أى ومن اسلم من أهل الحرب فى دار الحرب قبل أخذه ولم يخرج الينا حتى ظهرنا على الدار إلى آخره وانما يحرز نفسه لأن الاسلام ينافى الاسترقاق و أولاد الصغار لأنهم مسلمون باسلامه تبعاً و كل مال هو فى يده لقوله عليه السلام من أسلم على مال فهو له - (بحر الرائق: ١٥ / ٩٤، بيروت لبنان)

وان أسلم فى دار الحرب ثم جاء فظهر على الدار فأولاده الصغار أحرار مسلمون باسلام أبيهم تبعاً - (هنديہ: ١٢ / ٣٠٥)

## کتاب النکاح

### ماں سے نکاح کی حرمت

مرد کا اپنی ماں سے نکاح کرنا شرعاً حرام ہے۔ اسی طرح نانی اور دادی سے نکاح کرنا بھی حرام ہے۔

حرم تزوج أمه و بنته لقوله تعالى: (حرمت عليكم أمهاتكم وبناتكم) (بحر الرائق: ۱۶۳/۳، زکریا، تبیین الحقائق: ۴۵۹/۲ زکریا) أما السبع التي من جهة النسب فما جمعهن الله تعالى في آية واحدة وقال تعالى: (حرمت عليكم أمهاتكم وبناتكم وأخواتكم وعماتكم وخالاتكم وبنات الأخ وبنات الأخت) فالأم حرام وهي على ثلاثة أصناف أمك و أم ابيك و أم امك و ان علت (تاتارخانية: ۴۷/۴ زکریا)

الأصل فيه قوله تعالى: (حرمت عليكم أمهاتكم وبناتكم) قال ابن عباسؓ جميع المحرمات في النكاح أربع عشرة بالنص سبع منها بالنسب وهي الأم والبنت والأخت والعمة والخالة وبنات الأخ وبنات الأخت وسبع منها بالسبب وسبع من هذه الجملة حرام حرمة مؤبدة.

امرأة الأب تحرم على ابنه بمجرد النكاح وكذا امرأة الابن تحرم على أبيه وحده بمجرد النكاح كأماً امرأته بخلاف بنت المرأة

وہی لا تحرم علی زوج أمہا ما لم یدخل بالأم (مختارات النوازل: ۳۰/۲)

یحرم علی الرجل أمہ وجدته وان علت فاسدة كانت أو صحیحة لقوله تعالیٰ: (حرمت علیکم امہتکم وبناتکم) فثبت حرمة الجدات والبنات بالنص لأن الأم الأصل فی اللغة والبنات ہی الفرع وامرأة أبیه وإن علا أى امرأة أجداده لقوله تعالیٰ: (ولا تنکحوا ما نکح آباءکم) دخل بها أولم یدخل. (مجمع الانهر: ۴۷۶/۱، ۴۷۷)

(۲) حقیقی ماں کی طرح سوتیلی ماں (حلیۃ الأب) سے نکاح کرنا بھی حرام ہے، گرچہ باپ نے اس سے جماع نہ کیا ہو۔

وامرأة أبیه وابنه وإن بعد أما حلیة الأب فبقوله تعالیٰ: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ﴾ فتحرم بمجرد العقد علیہا۔ (بحر الرائق: ۳/۶۶۱ از کریا)

(۳) باپ کی مزنیہ سے نکاح کرنے کی حرمت بھی اس حکم میں شامل ہے، یعنی جس عورت سے باپ نے زنا کیا ہو اس سے نکاح کرنا بھی حرام ہے، البتہ اس حرمت کے استدلال میں مشائخ کے مختلف اقوال ہیں، بعض حضرات فقہاء آیت کریمہ ولا تنکحوا ما نکح آباءکم میں 'نکح' بہ معنی وطی مراد لیتے ہیں۔ لیکن اس صورت میں مزنیہ کی حرمت تو اس آیت سے ثابت ہو جائے گی، مگر سوال یہ ہوگا کہ 'امرأة أب' یعنی باپ کی منکوحہ غیر مدخولہ بیوی کی حرمت کس آیت سے ثابت ہوگی؟ اگر اسی آیت میں 'نکح' بہ معنی عقد نکاح ہو تو پھر حقیقت و مجاز کو جمع کرنا

لازم آئے گا۔ حقیقی معنی یعنی 'وطی' مراد لیس مزنیہ کا حکم ثابت ہوگا، منکوحہ غیر مدخولہ کا نہیں، اور اگر مجازی معنی مراد لیں تو منکوحہ غیر مدخولہ کا حکم ثابت ہوگا، مزنیہ کا نہیں، چنانچہ ابن نجیم فرماتے ہیں:

والآیة المذكورة استدلال بها المشائخ كصاحب النهاية وغيره على ثبوت حرمة المصاهرة بالزنا بناء على إرادة الوطء بالنكاح۔ (بحر الرائق: ۱۶۶/۳ از کریا)

اس کے بعد کچھ بحث فرمانے کے بعد آخر میں فرماتے ہیں کہ آیت مذکور میں لفظ 'نکاح' بہ معنی عقد نکاح ہے اور آیت سے فقط منکوحہ کی حرمت ثابت مانی جائے گی، جب کہ مزنیہ کی حرمت کا حکم دیگر دلائل سے ثابت مانا جائے گا۔

والحاصل أن الأولى أن النكاح في الآية للعقد كما هو المجمع عليه ويستدل لثبوت حرمة المصاهرة بالوطى الحرام بدليل آخر .

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو بحر الرائق: ۱۶۶/۳۔

(۴) اگر کسی شخص نے قبول اسلام سے پہلے اپنی ماں سے نکاح کیا اور اس مذہب میں بیٹے کا اپنی ماں سے نکاح کرنا جائز تھا، تو قبول اسلام کے بعد ماں اور بیٹے دونوں کے درمیان تفریق کرنا لازم اور ضروری ہے، اس لیے کہ ماں سے نکاح کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے۔

أسلم المتزوجان بلا سماع شهود أو في عدة كافر معتقدين ذلك أقر عليه لأنه أمرنا بتركهم وما يعتقدون و لو كانا أي المتزوجان اللذان أسلما محرمين قوله محرمين بأن تزوج محوسى أمه أو بنته أو

أسلم أحد المحرمين- أو ترافعا إلينا وهما على الكفر فرق بينهما لعدم المحلية- (شامی زکریا: ۳۵۱/۴)

تزوج كافر بلاشهود أو عدة كافر وذا في دينهم جائز ثم أسلما  
أقراً عليه ولو كانت محرمة فرق بينهما- (البحر الرائق: ۳۶۰/۳)  
فاذا تزوج المجوسى أمه أو ابنته ثم أسلما فرق بينهما لأن نكاح  
المحارم له حكم البطلان فيما بينهم عندهما كما ذكرنا في المعتدة  
ووجب التعرض بالاسلام فيفرق وعنده له حكم الصحة في الصحيح  
إلا أن المحرمية تنافى بقاء النكاح فيفرق بخلاف العدة لانها لاتنافيه  
. (هدايه: ۳۶۴/۲)

### ماں بیٹی کو نکاح میں جمع کرنا

(۱) ماں بیٹی کو نکاح میں جمع کرنا حرام ہے۔ اس مسئلے کی چند صورتیں ہیں:  
(۱) ایک عقد میں دونوں کو جمع کرنا، اس صورت میں کسی کے ساتھ بھی نکاح  
درست نہ ہوگا۔

والجمع بين المرأة وعمتها وبناتها وبين خالتها مما قد حرمه الله  
تعالى على لسان رسول الله ﷺ الذي هو وحى غير متلو على أن  
حرمة الجمع بين الأختين معلولة بقطع الرحم والجمع ههنا يفضى  
إلى قطع الرحم فكانت حرمة ثابتة بدلالة النص فلم يكن ما وراء  
ما حرم فى آية التحريم- (بدائع الصنائع زکریا: ۵۴۰/۲)

و حرم الجمع وطاً بملك يمين بين امرأتين أيتهما فرضت ذكراً

لم تحل للأخرى أى أیة واحدة منهما فرضت ذكرالم يحل للأخرى  
 كالجمع بين المرأة وعمتها أو خالتها والجمع بين الأم والبنت نسباً  
 أو رضاعاً. (شامی زکریا: ۱۱۶/۴)

(۲) اگر کسی شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا اور اس کے ساتھ ہم بستری  
 بھی کر لی تو اس شخص کے لیے اس بیوی کی لڑکی سے جو اس کے پہلے شوہر سے تھی،  
 نکاح کرنا بالکل بھی جائز نہیں ہے، لیکن اگر صرف عقد نکاح کیا اور رخصتی اور ہم  
 بستری سے پہلے اس کو طلاق دے دی تو اس صورت میں اس عورت کی لڑکی کے  
 ساتھ جو اگلے شوہر سے تھی نکاح جائز ہے۔

آیت: ”وَرَبَائِبِكُمُ التِّي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ التِّي دَخَلْتُمْ  
 بِهِنَّ فَإِنْ لَمْ تَكُونُوا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ“ (سورہ نساء)  
 عن عمرو و بن شعيب عن أبيه عن جده أن النبي ﷺ قال أيما  
 رجل نكح امرأة فدخل بها فلا يحل له نكاح ابنتها وان لم تكن دخل  
 بها فلينكح ابنتها۔ (ترمذی: ۲۱۲/۱)

بنات الزوجة أى تحرم وبنات أولادها وان سفن بشرط  
 الدخول بالأم (عالمگیری: ۲۷۴/۱)

(۳) اولاً کسی لڑکی سے نکاح کیا، اسکے بعد اسکی ماں سے نکاح کرنا۔  
 اگر کسی شخص نے کسی لڑکی سے نکاح کیا اس کے بعد وہ اس کی ماں سے نکاح  
 کرنا چاہتا ہے تو اس کے لیے لڑکی کی ماں سے نکاح کرنا حرام ہے، چاہے اس نے  
 لڑکی کے ساتھ دخول کیا ہو یا نہ کیا ہو، اس لیے کہ بیٹی کے ساتھ فقط عقد نکاح کی وجہ

سے اس کی ماں ابدی طور پر حرام ہو جاتی ہے۔

حرم المصاهرة بنت زوجته الموطوءة وأم زوجته و جداتها مطلقاً بمجرد العقد الصحيح وإن لم توطأ الزوجة لما تقرر أن وطء الأمهات يحرم البنات ونكاح البنات يحرم الأمهات ويدخل في قوله وبنت زوجته بنات الريبة والريب وثبتت حرمتهم بالاجماع. (شامی: ۱۰۴/۴)

(۴) اسی طرح اگر کسی عورت کو شہوت کے ساتھ چھویا یا زنا کیا تب بھی اس شخص کے لیے اس مسموسہ یا مزنیہ عورت کی لڑکی کے ساتھ اور ماں کے ساتھ نکاح حلال نہیں ہوگا۔

و حرم أيضا بالصهرية أصل مزنيته أراد بالزنى الوطء الحرام و أصل مسموسه بشهوة ولو لشعر على الرأس بحائل لا يمنع الحرارة قال في البحر أراد بحرمة المصاهرة الحرمات الأربع حرمة المرأة على أصول الزانى وفروعه نسباً ورضاعاً وحرمة أصولها وفروعها على الزانى نسباً ورضاعاً كما في الوطء الحلال ويحل لأصول الزانى وفروعه أصول المزنى بها وفروعها. (شامی: ۱۰۷/۴۔ بحر الرائق: ۱۷۹/۳)

من مسته امرأة بشهوة حرمت عليه أمها و بنتها۔ (تاتارخانیہ: ۵۷/۴)

وروی عن رسول الله ﷺ أنه قال من نظر إلى فرج امرأة لم تحل له أمها ولا ابنتها وروى حرمت عليه أمها و ابنتها وهذا النص في الباب لأنه ليس فيه ذكر النكاح. (بدائع الصنائع: ۵۳۶/۲)

اسی طرح اگر اپنی بیٹی کے ساتھ اس طرح کا واقعہ پیش آئے تو اس بیٹی کی

ماں یعنی زوجہ حرام ہو جائے گی۔

فلو أيقظ زوجته أو أيقظته هي لجماعها فمست يده بنتها  
المشتهة أو يدها ابنه حرمت الأم أبدا (در: ۱۱۲/۴)  
و في الخانية إن النظر إلى فرج ابنته بشهوة يوجب حرمة امرأته  
و كذا لو فزعت فدخلت فراش أبيها عريانة فانتشر لها أبوها تحرم  
عليه أمها (در: ۱۱۴/۴)

محارم کے درمیان کسی حرام فعل سے حرمتِ مصاہرت کے تحقق اور اس کی وجہ سے پیش آنے والی کچھ خاندانی و سماجی دشواریوں کے پیش نظر بعض اہل علم اس باب میں مسلکِ احناف کی سختی چھوڑ کر دیگر مذاہب کے مطابق فتویٰ دینے کی بات کرتے ہیں، اور اس کے لیے بعض پریشانیوں، بعض معاشروں کا عرف وغیرہ متعدد اعذار پیش کرتے ہیں، انہی ضرورتوں کو سامنے رکھ کر فروری ۲۱۰۸ء میں ادارۃ المباحث الفقہیہ کا چودہواں سیمینار مادرِ علمی جامعہ علوم القرآن میں منعقد ہوا، اور خوش قسمتی سے بندے کو بھی اس میں شرکت کا موقع میسر آیا۔

چنانچہ اس موضوع کے متعلق حضراتِ مفتیانِ کرام کی خدمت میں بھیجا گیا سوال نامہ اور بحث و مناقشہ کے بعد جو تجاویز منظور ہوئیں وہ درج ذیل ہیں:

سوال نامہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حرمتِ مصاہرت سے متعلق چند اہم پہلو:

سوال: یہ بات اہل علم سے مخفی نہیں ہے کہ شریعت میں مصاہرت کو بھی



حرمتِ نکاح کی ایک اہم وجہ مانا گیا ہے، اور حضراتِ فقہاء کرام نے قرآن و حدیث اور آثارِ صحابہ کی روشنی میں حرمتِ مصاہرت سے متعلق شرائط و جزئیات تفصیل سے بیان فرمائے ہیں، جو کتبِ فقہ میں مذکور ہیں۔

موجودہ دور میں مختلف وجوہات کی وجہ سے یہ مسئلہ بہت زیادہ حساس نوعیت اختیار کر چکا ہے، ایک طرف فواحش کا عموم اور اخلاقی اقدار کی ناقدری کا سیل رواں ہے۔ دوسری طرف بسا اوقات رہائش کی تنگی کی وجہ سے بھی ایسے واقعات پیش آجاتے ہیں، جن کی بنا پر فقہی جزئیات کی رو سے حرمت متحقق ہو جاتی ہے۔

علاوہ ازیں آزادی پسند معاشرہ میں ایسی باتیں بھی معروف ہوتی جا رہی ہیں کہ خونِ رشتے رکھنے والے مرد و عورت آپس میں بے تکلف ملتے ہیں، اور انہیں مسئلہ کی نزاکت کا قطعاً احساس نہیں ہوتا۔

بریں بنا ”ادارۃ المباحث الفقہیہ“، جمعیتہ علماء ہند یہ محسوس کرتا ہے کہ اس موضوع پر گہرائی سے نظر ڈالی جائے، اور اصل نصوص کو سامنے رکھ کر فقہاء کی ذکر کردہ علتوں اور ان پر تفریع کردہ مسائل و جزئیات پر بحث کی جائے؛ تاکہ مسئلہ پوری طرح منجھ ہو سکے اور خصوصی حالات میں مفتیانِ کرام اور محاکم شرعیہ کے ذمہ داران کو فیصلہ کرنے میں آسانی ہو۔

اس مقصد سے تنقیح کے طور پر درج ذیل سوالات پیش کئے جا رہے ہیں، ان پر غور کر کے تفصیلی رائے سے نوازیں :

- (۱) حرمتِ مصاہرت کا ثبوت کن نصوص سے ہے؟
- (۲) حرمتِ مصاہرت کے ثبوت کے لئے کیا شرائط ہیں؟ اور اس بارے میں ائمہ کرام کے درمیان اتفاق ہے یا اختلاف؟

(۳) حرمتِ مصاہرت کی شرائط کے بارے میں فقہائے احناف کا نقطہ نظر کیا ہے؟ یعنی ان کے نزدیک حرمتِ مصاہرت کی وہ اصل علت جس کو جزئیات پر منطبق کیا گیا ہے، وہ کیا ہے؟

(۴) اگر کوئی واقعہ ایسا پیش آجائے کہ جس سے حرمتِ مصاہرت کا ثبوت فقہ حنفی کے اعتبار سے ہو جاتا ہے؛ لیکن زوجین کے درمیان علیحدگی کی صورت میں بچوں کے ضائع ہونے یا بیوی کے بہت زیادہ مصیبت میں پڑنے کا اندیشہ ہو، تو کیا مجبوراً اس بارے میں مذہب غیر پر فتویٰ یا فیصلہ کیا جاسکتا ہے؟

(۵) اگر سرسربہو کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرے، تو اس بہو کے اپنے شوہر پر حرام ہونے کی علت اور اس کی شرائط کیا ہیں؟ اور کیا یہ علت مخصوص ہے یا مجتہد فیہ ہے؟ اور اس بارے میں دیگر ائمہ کرام کا موقف کیا ہے؟

(۶) بعض معاشرہ میں یہ دستور ہے کہ جب شادی شدہ لڑکی سسرال سے میکہ آتی ہے تو والد کی پیشانی چومتی ہے، اور والد بھی اس کی پیشانی چومتا ہے، اور بعض دفعہ بیٹی باپ سے چمٹ جاتی ہے، اور باپ اس سے معاف کرتا ہے، اور کبھی بھائی کے ساتھ بھی یہ صورت پیش آتی ہے، جب کہ اس وقت بظاہر دونوں طرف سے شہوت کا احساس نہیں ہوتا، تو اس عمل کی وجہ سے حرمتِ مصاہرت کے ثبوت کا فتویٰ دیا جائے گا یا نہیں؟

(۷) اگر کوئی باپ اپنی مشتمہا لڑکی کے چہرہ یا پیشانی پر بوسہ دے، اور یہ دعویٰ کرے کہ بوسہ دیتے وقت اسے شہوت نہ تھی، تو اس کے دعوے کی تصدیق کی جائے گی یا نہیں؟

(۸) اگر کوئی باپ بیوی سمجھ کر مشتمہا لڑکی کو ہاتھ لگا دے، تو کیا اس سے علی

الاطلاق حرمت مصاہرت ثابت ہو کر بیوی اس پر حرام ہو جائے گی؟ یا اس میں کچھ تفصیل ہے؟

(۹) اگر رخصت کرنے کے موقع پر ماں اپنے جوان بیٹے کے رخسار پر بوسہ لے، تو کیا اس سے حرمت مصاہرت ثابت ہوگی؟ اور ماں کا یہ عمل شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

(۱۰) آج شہوت کو ابھارنے والے وسائل بہت ہیں، اس پس منظر میں سوال یہ ہے کہ اگر کوئی جوان بیٹا موبائل میں فحش چیزیں دیکھ رہا تھا، اور شہوت ابھری ہوئی تھی، اسی دوران وہ اپنی ماں (یا بیٹی یا بہن وغیرہ) کو بلا حائل ہاتھ لگا دے، تو کیا اس سے حرمت مصاہرت ثابت ہوگی؟

واضح رہے کہ فقہی کتابوں میں حرمت مصاہرت کے ثبوت کے لئے ایک شرط یہ ذکر کی گئی ہے کہ: ”ویشترط وقوع الشهوة علیہا لا علی غیرہا“ اس کی روشنی میں مذکورہ مسئلہ کا کیا حکم ہوگا؟

(۱۱) اگر کسی متعین عورت کی فحش ویڈیو اس طرح بنالی جائے کہ اس کے پوشیدہ اعضاء بالکل واضح نظر آ رہے ہوں، تو اس ویڈیو کو دیکھنے سے مذکورہ عورت سے حرمت مصاہرت ثابت ہوگی یا نہیں؟

### تجاویز

چودھواں فقہی اجتماع زیر اہتمام ادارہ المباحث الفقہیہ جمعیتہ علماء ہند منعقدہ ۲۰۰۵، ۶، جمادی الاخریٰ ۱۴۳۹ھ، بہ مقام: جامعہ علوم القرآن جبوسر۔ گجرات

تجویز (۱) بابت: حرمت مصاہرت سے متعلق چند اہم پہلو

ادارۃ المباحث الفقہیہ جمعیتہ علماء ہند کے چودھویں فقہی اجتماع میں حرمت

مصاہرت کے مسئلہ کے تمام پہلوؤں پر بحث و تمحیص کے بعد درج ذیل امور طے کئے گئے۔

(۱) حرمت مصاہرت کے مسائل بہت ہی حساس اور نازک ہیں اور عام طور پر لوگ ان سے واقف نہیں ہیں؛ اس لئے یہ اجتماع اہل علم سے درخواست کرتا ہے کہ ان مسائل کو عامۃ الناس کے درمیان بیان کر کے لوگوں کو اس کی حساسیت اور نزاکت سے واقف کراتے رہیں۔

(۲) شرکاء اجتماع کا اس پر اتفاق ہے کہ جس طرح حرمت مصاہرت نکاح اور جائزہمبستری سے ثابت ہو جاتی ہے اسی طرح زنا سے بھی حرمت مؤبدہ کا ثبوت ہو جاتا ہے۔

(۳) ”مس بالشہوۃ اور تقبیل“ سے حسب شرائط حرمت مصاہرت ثابت ہو جاتی ہے، اور فقہاء احناف کا یہ مسئلہ مضبوط دلائل پر مبنی ہے۔

(۴) اس کے باوجود اگر ”مس بالشہوۃ“ میں کوئی ایسا واقعہ پیش آجائے جس میں حرمت مصاہرت کا فتویٰ دینے کی صورت میں غیر معمولی حرج و مشقت پیش آرہی ہے تو اس وقت مفتی کے لیے اپنی صواب دید کے متعلق مذہب غیر پر عمل کرنے کا مشورہ دینے کی گنجائش ہوگی یا نہیں؟ اس بارے میں دونوں طرح کی رائیں آئیں، لیکن کسی ایک رائے پر اتفاق نہیں ہو سکا۔

(۵) چہرے پر بوسہ دینے سے عموماً شہوت پیدا ہونے کا خطرہ ہوتا ہے، اس لئے اس سے احتراز لازم ہے؛ البتہ اگر کسی عرف یا معاشرہ میں بعض خاص مواقع پر باپ بیٹی یا ماں بیٹے یا دیگر محارم کے درمیان چہرہ وغیرہ پر بوسہ لینے دینے کا رواج ہو تو اس سے حرمت مصاہرت کا حکم اس وقت تک ثابت نہ ہوگا، جب تک کہ جائین میں سے کسی جانب شہوت پیدا ہونے کا اقرار یا

قرینہ نہ پایا جائے۔

نوٹ: مولانا کلیم اللہ عمری مدنی صاحب، چوں کہ مسلک حنفی نہیں ہیں، اس لیے انہوں نے شق ۲-۳ سے اتفاق نہیں کیا۔

### ماں کو اولاد پر ولایتِ نکاح

ولایتِ نکاح اولاً عصبہ کو حاصل ہوگی؛ لیکن اگر عصبات میں سے کوئی بھی نہیں ہے تو اس صورت میں امام صاحب کے نزدیک ولایتِ نکاح سب سے قریبی رشتہ دار کو حاصل ہوگی، چاہے وہ ذوی الارحام ہو، جیسے ماں۔

امام محمدؒ کا مسلک یہ ہے کہ ذوی الارحام کے لیے کوئی ولایت نہیں ہے، اور امام ابو یوسفؒ کا قول اس مسئلہ میں مضطرب ہے۔

علامہ شامیؒ نے لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں اصح قول کے مطابق امام ابو یوسف امام صاحب کے ساتھ ہیں، اور عمل بھی حضراتِ شیخین کے قول پر ہے کہ عصبات کے نہ ہونے کی صورت میں ماں کو ولایت حاصل ہوگی۔

فإن لم يكن عصبة فالولاية للأُم أي عند الإمام ومعه ابو يوسف في الأصح وقال محمد ليس لغير العصبات ولاية وإنما هي للحاكم والأول الاستحسان والعمل عليه إلا في مسائل ليست هذه منها فما قيل من أن الفتوى على الثاني غريب لمخالفته المتون الموضوعة لبيان الفتوى من البحر والنهر۔ (شامی: ۱۹۵ / ۴)

وعند عدم العصبة كل قريب يرث الصغير والصغيرة من ذوى الأرحام يملك تزويجهما في ظاهر الرواية عن أبي حنيفة رحمه الله

تعالیٰ وقال محمد لا ولاية لذوی الأرحام وقول أبی یوسف رحمه الله تعالیٰ مضطرب والأقرب عند أبی حنیفة رحمه الله تعالیٰ الأم .  
(هندية بيروت لبنان: ۱ / ۳۶۳)

وإن لم تكن عصابة فالولاية للأم وهذا عند أبی حنیفة رحمه الله وعندهما ليس لغير العصابات من الأقارب ولاية وإنما الولاية للحاكم بعد العصابات لحديث: الإنكاح إلى العصابات ولأبى حنیفة رضی الله تعالیٰ عنه أن الولاية نظرية والنظر يتحقق بالتفويض إلى من هو المختص بالقرابة الباعثة على الشفقة وقد اختلفوا في قول أبی یوسف ففي الهداية الأشهر أنه مع محمد وفي الكافي الجمهور أنه مع أبی حنیفة وفي التبيين والجوهرة والمجتبى و الذخيرة الأصح أنه مع أبی حنیفة وفي تهذيب القلانسی وروی ابن زیاد عن أبی حنیفة وهو قولهما لایلیه الا العصابات وعليه الفتوى وهو غریب لمخالفته المتون الموضوعة لبيان الفتوى. (البحر الرائق: ۳ / ۲۱۸)

### بیٹے کو ماں پر ولایت نکاح

لڑکے کو اپنی مجنونہ ماں پر ولایت نکاح حاصل ہے، اگر عورت کا باپ اور بیٹا دونوں موجود ہوں تو حضرات شیخین<sup>ؒ</sup> کے نزدیک بیٹا ماں کا نکاح کرانے میں باپ پر مقدم ہوگا امام محمد فرماتے ہیں کہ باپ کو مقدم رکھا جائے گا، نہ کہ بیٹے کو۔ اس لیے کہ باپ اولاد کے سلسلہ میں زیادہ مشفق اور مہربان ہوتا ہے۔

وولى المحونة فى النكاح ابنها دون أبيها والمراد أنه إذا اجتمع

فی المجنونة أبوها أو جدها مع ابنها فالولاية للابن عندهما دون الاب أو الجد كما فى الفتح (شامى: زكريا: ۲۰۲ / ۴)

ابن المجنونة مقدم على أبيها فى تزويجها عند أبى حنيفة رحمه الله تعالى وكذا عند أبى يوسف رحمه الله تعالى إلا أن الابن يقدم الأب احتراماً وقال محمد: أبوها، لأن الأب وافر الشفقة - (مختارات النوازل: ۶۱/۲)

وهل يثبت ولاية التزويج للابن اختلفوا فيه واذا اجتمع فى المجنونة أبوها وابنها قال فى التجريد وليها ابنها لا أبوها عند ابى يوسف وعند محمد الأب ولى وقال فى المحيط الابن اولى عند أبى حنيفة واحدى الروايتين عن أبى يوسف وعند محمد الاب اولى - (خلاصة الفتاوى مكتبه حبيبية: ۲۱/۲)

اصل اختلاف امام محمد اور شيخين کے درمیان ولایت کی دلیل اور بنیاد کے متعلق ہے۔ امام محمد شفقت کو مدار ولایت گردانتے ہوئے باپ کو مقدم کرتے ہیں، اور شيخين کے نزدیک اس ولایت کی دلیل اور بنیاد عصبيت یعنی عصب ہونا ہے اور باعتبار عصب بیٹا باپ پر مقدم ہوتا ہے۔

قوله (وولى المجنونة الابن لا الأب) أى فى النكاح وهذا عند ابى حنيفة و ابى يوسف وقال محمد أبوها لأنه أو فر شفقة من الابن ولهما أن الابن هو المقدم فى العسوبة وهذه الولاية مبنية عليها ولا معتبر بزيادة الشفقة كأب الأم مع بعض العصابات وأخذ

الطحاوی بقول محمد کما فی غایة البیان والتقیید بالمجنونة اتفافی  
لأن الحکم فی المجنون إذا کان له أب وابن کذالك۔ (البحر الرائق:

(۲۲۴/۳)

بعض مشائخ حنفیہ نے تطبیق اور توفیق کی شکل بھی بیان فرمائی ہے، چنانچہ  
بحر الرائق میں ہے کہ بیٹا خود باپ کو مقدم کر دے اور باپ نکاح کرائے تو بلا اختلاف  
یہ نکاح درست ہو جائے گا۔

والأفضل أن يأمر الابن الأب بالنکاح حتی یجوز بلا خلاف۔  
(بحر الرائق: ۲۲۴/۳)

تطبیق کی دوسری شکل اس کے برعکس تاتارخانیہ میں یہ ہے کہ باپ سے  
اجازت لے کر بیٹا نکاح کرائے تو یہ نکاح بالاتفاق درست ہو جائے گا۔

و إذا اجتمع للمجنونة أب وابن فالابن أولى فی قول أبی حنیفة  
و إحدای الروایتین عن أبی یوسف رحمه الله بالتزویج وفي الظهیریة:  
وكذلك ابن الابن وان سفل وقال محمد الأب أولى وعلى هذا  
الاختلاف الجد مع الابن وفي الحجة: الأولى أن یزوجها الابن برضا  
الأب لیكون الأمر مجمعا علیه وفي الكافی: ولا فرق بین الجنون  
الأصلی والطارى وقال زفر إذا طرأ الجنون لم یجز  
تزوجها۔ (تاتارخانیة: ۸۹/۴)



## باب اللعان

### لعان کی صورت میں ماں سے بچہ کے نسب کا ثبوت

شریعت میں لعان: ان چار شہادتوں اور ایک مرتبہ لعن و غضب کو کہتے ہیں جو زوجین کے درمیان شرعی ضابطہ کے مطابق قاضی کے سامنے جاری ہوں۔

لعان کے بعد قضاء قاضی کے ذریعہ ہونے والی تفریق سے عورت پر طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔ اگر بچہ کی ولادت ہوگئی ہے تو شوہر سے اس کا نسب ختم کر کے بچہ کو ماں کی طرف منسوب کر دیا جائے گا اور جب تک شوہر اپنے دعویٰ اور عورت اپنے انکار پر باقی رہے ان دونوں کے درمیان کبھی نکاح نہیں ہو سکتا۔

واضح ہو کہ ثبوت نسب کے باب میں فقہاء نے جن جن مسائل میں بچہ کو ثابت النسب مانا ہے یا جن مسائل میں ثبوت نسب یا عدم ثبوت کے مختلف احکام ملتے ہیں ان سب کا تعلق باپ سے بچہ کے نسب کے ثابت ہونے کے بارے میں ہے کیوں کہ ماں سے بچہ کا نسب ہر حالت میں ثابت مانا جائے گا خواہ نکاح صحیح کے بعد بچہ پیدا ہو یا زنا سے ہی بچہ کی پیدائش ہو۔

ونسب الولد من أمه ثابت فی کل حالات الولادة شرعیة أو غیر شرعیة ( الفقه الاسلامی وأدلته: ۶۷۵/۷ )

اللعان شرعاً شهادات أربعة كشهود الزنا مؤكداً بالأيمان مقرونة شهادته باللعن وشهادتها بالغضب لأنهن يكثر اللعن فكان الغضب أردع لها قائمة شهاداته مقام حد القذف في حقه وشهاداتها

مقام حد الزنا فی حقها ای إذا تلعنا سقط عنه حد القذف و عنہا  
حد الزنا لأن الاستشهاد باللہ مهلك كالحد بل أشد (شامی : ۱۵ /  
۱۴۹)

وان قذف الزوج بولد حتى نفى الحاكم نسبه عن أبيه وألحقه  
بأمه بشرط صحة النكاح و كون العلق في حال يجري فيه اللعان  
(شامی: ۱۵۹/۵)

یاد رہے کہ لعان کے واجب ہونے کے لیے درج ذیل شرائط کا پایا جانا  
ضروری ہے:

- (۱) میاں بیوی میں سے ہر ایک کی گواہی عند الشرع معتبر ہو، لہذا اگر  
زوجین میں سے کوئی ایک یادوں کو نگے ہوں تو ان کے درمیان لعان نہیں ہوگا۔
- (۲) شوہر اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگاتا ہو اور شوہر کے پاس گواہ نہ ہو۔
- (۳) میاں بیوی میں سے ہر ایک عاقل، بالغ، آزاد اور مسلمان ہو۔
- (۴) عورت اپنے اوپر لگائے گئے الزام کا انکار کرتی ہو۔
- (۵) شوہر اپنی بیوی پر الزام لگانے سے قبل الزام تراشی میں سزا نہ پا چکا ہو (محدود فی القذف نہ ہو)

- (۶) عورت کا اس سے قبل زنا میں ملوث ہونے کا الزام ثابت نہ ہو۔
- (۷) اسلامی حکومت کی عدالت میں عورت کی جانب سے لعان کا مطالبہ کیا  
گیا ہو، اگر عورت کی طرف سے لعان کا مطالبہ نہیں کیا گیا تو لعان نہیں ہوگا۔
- (۸) صراحۃً زنا کی تہمت لگائی گئی ہو۔ اگر بچہ کی ولادت کے بعد شوہر یہ

کہہ دے کہ یہ بچہ میرا نہیں ہے تو یہ بھی زنا کی تہمت کے حکم میں سمجھا جائے گا۔  
(۹) لعان صرف دارالاسلام میں شرعی عدالت میں ہو سکتا ہے، غیر اسلامی حکومت میں لعان نہیں ہو سکتا۔

(۱۰) زوجین کے درمیان نکاح صحیح کا ہونا ضروری ہے، لہذا اگر نکاح فاسد ہوا تھا اور اسکے بعد شوہر نے تہمت لگائی تو لعان نہیں ہوگا (شامی: ۱۴۹، ۱۵۱)۔  
اگر لعان کی وجہ بچہ کے نسب کا انکار ہو تو درجہ ذیل شرائط پائے جانے کے بعد بچے کا نسب لعان کرنے والے شخص سے کاٹ کر ماں کی طرف کر دیا جائے گا۔  
(۱) زوجین کے درمیان لعان کے سبب تفریق کر دی گئی ہو۔

(۲) بچے کی پیدائش کے فوراً بعد شوہر بچہ کے بارے میں کہہ دے کہ یہ بچہ میرا نہیں ہے یا اس وقت انکار کرے جب بچہ کی پیدائش پر مبارک باد دی جاتی ہو۔  
(۳) انکار سے پہلے صراحتاً یا دلالتاً اس کی طرف سے اقرار نہ پایا گیا ہو، مثلاً لوگوں کے بچہ کی پیدائش کی مبارک باد دینے کے وقت شوہر خاموش رہا ہو۔  
(۴) لعان کے وقت بچہ زندہ ہو۔

(۵) بعد از تفریق ایک ہی بطن سے دوسرا بچہ پیدا نہ ہو مثلاً پہلا بچہ پیدا ہوا اور شوہر نے اس کی نفی کر دی جس کے سبب قاضی نے دونوں کے درمیان لعان کے بعد تفریق کر کے بچہ کو ماں کے حوالہ کر دیا پھر دوسرے دن دوسرا بچہ پیدا ہوا تو پہلے کا نسب جو ختم کر دیا گیا تھا وہ باطل قرار پائے گا اور اب اس کی نفی صحیح نہیں ہوگی۔

(۶) اس بچہ کا نسب اس شخص سے شرعاً پہلے ثابت نہ ہو چکا ہو، امام محمدؒ نے جامع الکبیر میں اس کی مثال دی ہے کہ ایک عورت کے لطن سے بچہ پیدا ہوا، یہ بچہ کسی دودھ پیتے بچہ پر گر گیا اور وہ بچہ مر گیا اور مرنے والے بچہ کی دیت اسکے باپ کے عاقلہ پر قاضی نے واجب ہونے کا فیصلہ کر دیا پھر اس نے اس بچے کے نسب کا انکار کر دیا تو اس صورت میں قاضی دونوں کے درمیان لعان کرا کر تفریق کر دیگا مگر اس بچے کے نسب کی نفی نہیں کریگا۔

قوله وان قذف بولد نفی نسبه وألحقه بأمه لأن المقصود من هذا اللعان نفی الولد فيوفر عليه مقصوده ويتضمنه القضاء بالتفريق وفي البدائع ولو جوب قطع النسب شرائط: الأول التفريق الثاني: أن يكون بحضرة الولادة أو بعدها بيوم أو يومين. الثالث: أن لا يتقدم منه اقرار به صريحاً او دلالة كسكوته عند التهئة مع عدم رده. الرابع: أن يكون الولد حيا وقت قطع النسب وهو وقت التفريق فلو نفاه بعد موته لاعن ولم ينقطع نسبه. الخامس: أن لا تلد بعد التفريق ولداً آخر من بطن واحد فلو ولدت فنفاه ولاعن الحاكم بينهما وفرق بينهما وألزم الولد أمه ثم ولدت آخر من الغد لزمها وبطل قطع نسب الأول ولا يصح نفية الآن لأنها أجنبية واللعان ماض لأنه لما ثبت الثاني ثبت الأول ضرورة وان قال الزوج هما ابناى لاحد عليه ولا يكون مكذبا نفسه لاحتمال الاخبار بما لزمه شرعاً. السادس: أن يكون محكوماً بشوته شرعاً، فان كان لا يقطع نسبه. وقد ذكر الامام

محمد فی الجامع الکبیر خمس مسائل مسألتن فی کتاب الشهادات من التلخیص احدهما فی کتاب المعامل امرأة ولدت ولدا فانقلب هذا الولد علی رضیع فمات الرضیع و قضی بدیته علی عاقله الأب ثم نفی الأب نسبه یلاعن القاضی بینهما ولا یقطع نسب الولد منه لأن القضاء بالدیة علی عاقله الأب قضاء یكون الولد منه فلا ینقطع النسب بعده۔ (البحر الرائق: ۱۹۸ / ۴)

## رضاعت کا بیان

اسلام میں بچوں سے متعلق دوسرا سب سے اہم حق پیدائش کے بعد اسے دودھ پلانے کی ذمہ داری یعنی حق رضاعت ہے؛ کیوں پیدا ہونے کے بعد بچہ زندہ رہنے کے لیے دودھ کا ہی سب سے زیادہ محتاج ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن و حدیث میں رضاعت سے متعلق تفصیلاً رہ نمائی فرمائی گئی ہے۔

### بچہ کو دودھ پلانے کی ذمہ داری کس کی ہے؟

یہ ذمہ داری ماں اور باپ میں سے کس پر ہے؟

اس سلسلے میں اصولی بات یہ ہے کہ عام حالات میں تو بچہ کو دودھ پلانے کی ذمہ داری باپ پر ہے کہ وہ اس کا کوئی انتظام کرے، مگر چند ایسے مخصوص حالات بھی ہیں جن میں یہ ذمہ داری ماں کے سر چلی جاتی ہے اور ماں کا اپنے بچہ کو دودھ پلانا ضروری ہو جاتا ہے، فقہاء کرام نے اس کو مفصل بیان کیا ہے، ذیل میں اس کی صورتیں مذکور ہیں۔

(۱) اگر باپ ایسی عورت کو نہ پائے جو بچہ کو دودھ پلا سکے یا بچہ ایسا ہے کہ وہ کسی دوسری عورت کا دودھ پیتا ہی نہیں ہے تو ان صورتوں میں ماں کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ بچہ کو دودھ پلائے یہی مفتی بہ قول ہے۔

ولیس علیٰ أمہ (التي فی نکاح الأب أو المطلقة) إرضاعه إلا إذا تعينت فتجبر بأن لم يجد الاب من ترضعه أو كان الولد لا يأخذ ثدي غيرها هو الأصح وعليه الفتوى۔ (شامی: ۳۴۷/۵)

قال أصحابنا لا تجبر الأم على إرضاع ولدها فإن كان الصبي لا يأخذ لبن غيرها أو لا يوجد من يرضعه هل تجبر الأم على إرضاع ولدها ذكر شمس الأئمة الحلواني: أن في الظاهر رواية أصحابنا لا تجبر وفي الخانية تأويله أنه يغذى بالدهن وغيره من المائعات فلا يؤدي إلى تلف الولد وروى عن أبي حنيفة و أبي يوسف في النوادر أنها لا تجبر وفي الخانية وعليه الفتوى۔ (تاتارخانية: ۴۱۱/۵، هندية: ۶۶۵/۱)

قال أصحابنا رحمه الله تعالى لا تجبر الأم على ارضاع ولدها لأن الارضاع بمنزلة النفقة ونفقة الأولاد تجب على الآباء لا على الأمهات فكذا الارضاع فان كان الصبي لا يأخذ لبن غيرها ولا يوجد من يرضعه هل تجبر الأم على الارضاع؟ في ظاهر الرواية عن أصحابنا رحمه الله تعالى لا تجبر وروى عن أبي حنيفة و أبي يوسف رحمها الله في النوادر أنها تجبر وذكر شمس الأئمة السرخسي في شرح

ادب القاضی للخصاف انها تجبر من غیر خلاف و هكذا ذکر فی شرح القدوری رحمہ اللہ و هذا لأنها لولم تجبر والولد لا يأخذ لبن غيرها أدى اى تلف الولد وهى ممنوعة من الاتلاف. (أحكام الصغار: ۸۱)

(۲) اسی طرح اگر بچہ اور باپ دونوں کے پاس مال نہیں ہے تو اس صورت میں بھی ماں کا کو دودھ پلانے پر مجبور کیا جائے گا، یا اگر ماں مالدار ہے تو اسے دودھ پلانے والی عورت کو اجرت دینے پر مجبور کیا جائے گا۔

وقال الضحاك: ولو لم يكن للصبي او للأب مال أجبرت الأم على الارضاع وهو الصحيح لأنها ذات يسار فى اللبن قياس هذا ما قال أصحابنا رحمهم الله فى من غاب وليس له مال وترك امرأة و صغيراً وللمرأة مال فالمرأة تجبر على الانفاق على الصبي ثم هى ترجع عليه كذا ههنا. (أحكام الصغار: ۸۱، تاتارخانيه : ۴۱۱/۵)

وان لم يكن للأب ولا للولد مال تجبر الأم على إرضاعه عند الكل- (شامى زكريا: ۳۴۷/۵، تاتارخانية زكريا: ۴۱۱/۵)

(۳) لیکن اگر بچہ دوسری عورت کا دودھ پی لیتا ہے تو ایسی صورت میں ماں کو دودھ پلانے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔

الولد الصغير إذا كان رضيعا فإن كانت الأم فى نكاح الأب و الصغير يأخذ لبن غيرها لا تجبر الأم على الارضاع (عالمگیری: ۱/ ۵۶۰)

(۴) عورت اگر مرد کے نکاح میں ہو یا عدت میں ہو یا مبتوتہ ہو، تینوں

صورتوں میں ماں پر بچہ کو دودھ پلانا قضاءً واجب نہیں، جیسا کہ اوپر گذرا، البتہ جن صورتوں میں دودھ پلانا ماں پر واجب اور متعین ہے ان صورتوں میں اگر عورت نکاح میں یا عدت میں ہو تو باپ پر ”ارضاع“ کے عوض پر مزید اجرت یا نفقہ واجب نہ ہوگا، زوجیت اور عدت والا نفقہ ہی ماں کو ملے گا، اور مبتوتہ ہونے کی صورت میں شوہر پر ارضاع کی اجرت واجب ہوگی یعنی اس صورت میں بلا اجرت دودھ پلانے پر ماں کو مجبور نہیں کیا جائے گا۔

اور اس صورت میں اگر باپ کے پاس یا بچہ کے پاس مال نہیں ہے تو دودھ پلانے کی اجرت باپ کے ذمہ دین قرار دی جائے گی۔

لايستأجر الأب أمه الخ علله في الهداية بأن الارضاع مستحق عليها ديانة بقوله تعالى ﴿والوالدات يرضعن (البقرة: ٢٣٣)﴾ فلا يجوز أخذ الأجر عليه واعترضه في الفتح بجواز أخذ الأجرة بعد انقضاء العدة مع أن الوجوب في الآية يشمل ما قبل العدة وما بعدها ثم قال والحق أنه تعالى أوجب عليه مقيداً بإيجاب رزقها على الأب بقوله تعالى ﴿وعلى المولود له رزقهن﴾ ففى حال الزوجية والعدة هو قائم برزقها بخلاف ما بعدهما فيقوم الأجر مقامه۔ اه

قلت : وتحقيقه أن فعل الارضاع واجب عليها ومؤنته على الأب لأنها من جملة نفقة الولد ففى حال الزوجية والعدة هو قائم بتلك المؤنة لا بعد البيونة فتجب عليه بعدها وان وجب على الأم ارضاعه لقوله تعالى : ﴿لاتضار والدة بولدها﴾ فان الزامها بارضاعه



مجاناً مع عجزها وانقطاع نفقتها عن الأب مضارة لها فساغ لها أخذ الأجرة بعد البيونة لأنه لا تجبر على إرضاعه قضاء وامتناعها عن إرضاعه مع وفور شفقتها عليه دليل حاجتها ولا يستغن الأب عن إرضاعه عند غيرها فكونه عند أمه بالأجرة أنفع له ولها إلا أن توجد متبرعة فتكون أولى دفعا للمضارة عن الأب أيضا - (شامی زکریا: ۱۵ / ۳۴۸)

### مردہ عورت کے دودھ پینے سے حرمت کا حکم

اگر بچہ کو کسی انتقال شدہ عورت کا دودھ پلا دیا جائے تو اس سے بھی ان دونوں کے درمیان حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی اس لیے کہ حرمت رضاعت عورت کے اس دودھ سے پیدا ہوتی ہے جس دودھ میں جسم انسانی کی نشوونما کی صلاحیت ہو اور چوں کہ زندہ عورت کی طرح مردہ عورت کے دودھ میں بھی یہ صلاحیتیں باقی رہتی ہیں، کیوں کہ دودھ ایک بے جان چیز ہے، موت و حیات کا اس پر کوئی اثر نہیں ہے لہذا مردہ عورت کا دودھ پینے کی وجہ سے بھی حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی۔

ولبن المیتة يدفع الجوع وينبت اللحم وينشر العظم ويفتق الأمعاء فيوجب الحرمة ولأن اللبن كان محرما في حال الحياة والعارض هو الموت واللبن لا يموت كالبيضة كذا روى عن عمر <sup>رض</sup> أنه قال اللبن لا يموت ولأن الموت يحل محل الحياة ولا حياة في اللبن (بدائع: ۴۰۷ / ۱۳)

ولبن الحية والميتة سواء في التحريم كذا في الظهيرية (هنديہ:

(۴۳۶/۱)

ولم يشترط الجمهور هذا الشرط فلبن الميتة والصغيرة التي لم تطلق الوطاء إن قدر أن بها لبنا يحرم لأنه ينبت اللحم ولأن اللبن لا يموت. (الفقه الاسلامي وأدلته: ۱۷/ ۶۶۸)

### دودھ بینک کا حکم اور رضاعت کا حکم

جس طرح موت کے بعد عورت کے پستان سے نکالے ہوئے دودھ سے حرمتِ رضاعت ثابت ہوتی ہے، اسی طرح زندگی میں نکالا ہوا دودھ عورت کے مرنے کے بعد بچے کو پلایا جائے تو اس سے حرمتِ رضاعت بدرجہ اولیٰ ثابت ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا آج کل عورتوں کا دودھ جمع کر کے ضرورت مند بچوں کو فراہم کرنے کے لیے جو دودھ بینک قائم ہو رہے ہیں، ان میں جمع شدہ دودھ سے بھی حرمتِ رضاعت ثابت ہو جائے گی، چاہے وہ دودھ جمع کرنے والی عورت بچے کو دودھ فراہم کرنے کے وقت زندہ ہو یا مر چکی ہو۔

چوں کہ یہ دودھ بھی حرمتِ رضاعت کا موجب ہے، اور بینک میں جمع شدہ دودھ کے متعلق یہ تعین دشوار ہے کہ کس عورت کا دودھ ہے؟ نیز ایک بچے کو جس قدر ضرورت ہو اتنا دودھ ایک ہی عورت کا جمع کروایا ہو فراہم ہو جائے یہ بھی ممکن نہیں، اور عموماً متعدد عورتوں کا دودھ ہی استعمال ہوگا، ایسی صورت میں کن کن عورتوں سے حرمتِ رضاعت ثابت ہوگی اس کا علم دشوار ہے۔ اس لیے اس طرح

کے بینک میں دودھ جمع کروانا جائز نہیں۔

دودھ بینک کے قیام اور اس میں دودھ جمع کرنے کے عدم جواز کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جمع کرنے والی عورت یا بعد میں دودھ فراہم کرنے والی بینک، اس دودھ کی قیمت وصول کرتے ہیں، اور انسانی اجزاء کی خرید و فروخت جائز نہیں۔  
اسلامک فقہ اکیڈمی کے چوبیسویں سیمینار (۲۰۱۵) میں منظور شدہ تجویز اس طرح ہے:

”انسانی دودھ کا بینک قائم کرنا جائز نہیں، اگر بینک قائم ہو تو اس میں دودھ جمع کرنا اور اس میں کسی طرح کا تعاون کرنا بھی جائز نہیں۔“

فقہ اکیڈمی جدہ کا فیصلہ اس طرح ہے:

اول: عالم اسلام میں ماؤں کے دودھ بینک قائم کرنا ممنوع ہے۔  
دوم: دودھ بینک کے دودھ سے بھی حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی۔  
(انٹرنیشنل فقہ اکیڈمی جدہ کے شرعی فیصلے: ۸۵)

## رضاعی ماں سے متعلق احکام

(۱) موجب حرمت رضاعت کی مقدار: دودھ چاہے تھوڑا ہو یا زیادہ؛ اگر مدت رضاعت میں پیا ہے تو اس کی وجہ سے حرمت رضاعت ثابت ہو جائے گی اگرچہ ایک ہی مرتبہ چوسا ہو۔

قلیل الرضاع و کثیرہ سواء إذا حصل فی مدة الرضاع یتعلق بہ

التحریم۔ (ہندیہ: ۴۳۵/۱، ہدایہ: ۳۶۹/۲)

الرضاع المحرم يكون بالقليل والكثير ولو بالمصصة الواحدة  
 للأدلة الثلاثة التالية أولها عموم قوله تعالى (وأمهاتكم التي  
 أرضعنكم،) (النساء) فإنه علق التحريم بالإرضاع من غير تقدير بقدر  
 معين فيعمل به على إطلاقه، ثانيها حديث يحرم من الرضاع ما يحرم  
 من النسب فإنه ربط التحريم بمجرد الرضاع ويؤكد كده آثار عن بعض  
 الصحابة روى عن علي وابن مسعود وابن عباس أنهم قالوا قليل  
 الرضاع وكثيره سواء. ثالثها أن الرضاع فعل يتعلق به التحريم  
 فيستوى قليله وكثيره لأن شأن الشارع اناطة الحكم بالحقيقة  
 مجردة عن شرط التكرار والكثرة وتتحقق جزئية الرضيع من المرضعة  
 بالقليل والكثير. (الفقه الاسلامي وادلته: ۶۷۲/۷)

(۲) مدت رضاعت: رضاعت (دودھ پلانے) کی مدت امام صاحب  
 کے بقول ڈھائی سال ہے اور حضرات صاحبین کے بقول دو سال ہے، اگر اس  
 مدت کے بعد کوئی عورت کا دودھ پیتا ہے تو اس سے حرمت رضاعت ثابت نہیں  
 ہوگی، یعنی وہ عورت اس کی رضاعی ماں نہیں کہلائے گی۔

ووقت الرضاع في قول أبي حنيفة رحمة الله تعالى مقدر  
 بثلاثين شهرا وقالا مقدر بحولين وإذا مضت مدة الرضاع لم يتعلق  
 بالرضاع تحريم. (هنديہ : ۱ / ۴۳۵)

ويثبت حكمه أي الرضاع بقليله وكثيره في مدته لا بعدها وهي  
 حولان ونصف أي ثلاثون شهرا من وقت الولادة عند الامام وعند

ہما حولان وهو قول الشافعی وعلیہ الفتویٰ کما فی المواہب وبہ  
أخذ الطحاوی۔ (مجمع الأنهر: ۱/ ۵۵۱)

فأما الكلام في ثبوت الحرمة فقد قال: أبو حنيفة رحمه الله  
يثبت حكم الرضاع في الصغير إلى ثلاثين شهرا فطم او لم يطم وفي  
الخانية حتى لو ارتضع بعد حولين ونصف لا تثبت الحرمة وقال أبو  
يوسف و محمد رحمهما الله تعالى إلى سنتين۔ (تاتارخانية: ۱/ ۳۶۶)

اس مسئلہ میں فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔ علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں:

وفى فتح القدير: الأصح قولهما من الاقتصار على الحولين فى حق  
التحريم أيضا وبه أخذ الطحاوى ومراده بالنظر إلى الدليل بحسب  
ظنه والا فالمذهب للامام الأعظم وإن لم يظهر دليله لوجوب العمل  
على المقلد بقول المجتهد من غير نظر فى الدليل..... ولا يخفى  
قوة دليلهما فان قوله تعالى ”والوالدات يرضعن اولادهن حولين  
كاملين لمن أراد أن يتم الرضاعة“ (البقرة ۲۳۳) يدل على أنه  
لارضاع بعد التمام (البحر الرائق: ۳/ ۳۴۴ زكريا)

أن يكون الرضاع فى حال الصغر باتفاق المذاهب الأربعة فلا  
يحرم رضاع الكبير وهو من تجاوز السنتين۔ (الفقه الاسلامى  
وأدلته: ۷/ ۶۶۹)

(۳) عورت کا دودھ ہو: حرمت رضاعت کے ثبوت کے لیے عورت کے

دودھ کا ہونا ضروری ہے، لہذا اگر دودھ پلانے والی عورت نے بچہ کو بجائے اپنے دودھ کے کسی چوپائے کا دودھ پلایا تو اس کی وجہ سے وہ عورت بچے رضاعی ماں نہیں کہلائے گی۔

اسی طرح اگر دو بچے کسی ایک جانور کا دودھ پی لیں تو اس سے بھی ان دونوں کے درمیان حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی۔

اسی طرح اگر کسی مرد کے پستان سے نکلا ہوا دودھ پینے سے بھی حرمت رضاعت ثابت نہ ہوگی۔

وإذا ارتضع الصبيان من لبن بهيمة لا يثبت به الرضاع (ہندیہ: ۴۳۶/۱)

إذا نزل للرجل لبن فأرضع به صبيا لا يثبت به حرمة الرضاع (ہندیہ: ۴۳۶/۱)

أن يكون لبن امرأة آدمية سواء أكانت عند الجمهور بكرة أم متزوجة أم بغير زوج: فلا تحريم بتناول غير اللبن كما متصاص ماء أصفر أم دم أو قيح ولا بلبن الرجل أو الخنثى المشكل أو البهيمة فلو رضع صغيران من شاة مثلا لم يثبت بينهما أخوة فيحل زواجهما لأن الأخوة فرع الأمومة فإذا لم يثبت الاصل لم يثبت الفرع۔ (الفقه الاسلامی: ۶۶۷/۱۷)

(۴) باکرہ عورت کے دودھ سے حرمت رضاعت: اگر کسی باکرہ لڑکی کے پستان میں دودھ اتر آوے پھر وہ کسی بچہ کو دودھ پلا دے تو اس کی وجہ سے وہ اس

بچہ کی رضاعی ماں ہو جائے گی اور ان دونوں کے درمیان رضاعت کے تمام احکام ثابت ہو جائیں گے، لیکن اگر کسی نو سال سے کم لڑکی کو دودھ اتر آوے اور وہ کسی بچہ کو دودھ پلا دے تو اس کی وجہ سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوگی۔

بکر لم تتزوج لو نزل لها لبن فأرضعت صبيًا صارت أما للصبي  
وتثبت جميع أحكام الرضاع بينهما۔

ولو أن صبياً لم تبلغ تسع سنين نزل لها اللبن فأرضعت به صبياً  
لم يتعلق به تحريم۔ (ہندیہ: ۴۳۶/۱)

وإذا نزل للبكر لبن فأرضعت صبياً تعلق به التحريم لا طلاق  
النص ولأنه سبب النشو فيثبت به شبهة البعضية (ہدایة: ۳۷۱ / ۲)

(۵) غیر فطری طریقہ سے دودھ پہنچانا: منہ اور ناک کے علاوہ کسی اور راستہ سے اگر پیٹ میں دودھ جائے تو اس کی وجہ سے حرمت رضاعت ثابت نہیں ہوگی۔  
ويثبت به وإن قل إن علم واصله لجوفه من فمه أو أنفه لا غير۔  
(شامی: ۳۹۹ / ۴)

ولا يثبت بالاقطار في الأذن والحقنة والاحليل والدبر والآمة  
والجائفة۔ (ہندیہ: ۴۳۶ / ۱)

(۶) ناک یا منہ میں دودھ ٹپکانے سے حرمت رضاعت: حرمت رضاعت کے ثابت ہونے میں چاہے براہ راست چھاتی سے دودھ پلایا ہو یا بچہ کی ناک کے ذریعہ یا بچہ کے حلق میں کسی اور ذریعہ سے پہنچایا ہو سب برابر ہے، اس لیے کہ حرمت رضاعت کے ثابت ہونے میں اصل مؤثر دودھ سے غذا ئیت کا حصول،

گوشت اور ہڈیوں کا بڑھنا اور بھوک کا ختم ہونا ہے۔

ویستوی فی تحریم الرضاع الارتضاع من الثدي والاسعاط  
والایجار لأن المؤثر فی التحريم هو حصول الغذاء باللبن وانبات  
اللحم وانشار العظم وسد المجاعة لأن يتحقق الجزئية وذلك يحصل  
بالاسعاط والایجار لأن السعوط يصل إلى الدماغ والى الحلق  
فیغذى ویسد الجوع والوجور یصل إلى الجوف فیغذى۔ (بدائع :  
۴۰۷/۳)

(۷) جدید آلات یا نلکی سے براہ راست معدہ تک دودھ پہنچانے کا حکم:  
اس زمانہ میں اگر کسی جدید آلہ سے ماں کا دودھ بچے کے معدہ تک 'براہ راست'  
پہنچایا جائے، جیسا کہ طبی علاج کی ضرورت کے پیش نظر ہوتا ہے، تو اس صورت  
میں اگر دودھ معدہ تک پہنچ کر غذائیت اور نشوونما کا سبب بنتا ہے تو دودھ والی عورت  
سے رضاعت ثابت ہو جائے گی اور وہ عورت اس کی رضاعی ماں کہلائے گی۔

فقہاء کرام نے منہ اور ناک کے ذریعہ سے دودھ پہنچنے کی جن صورتوں میں  
ثبوت رضاعت کی نفی کی ہے، وہاں اس کی تصریح فرمائی ہے کہ ان طریقوں سے یا  
تو دودھ معدہ تک پہنچتا ہی نہیں، یا کسی وجہ سے وہ غذائیت کا سبب نہیں بنتا۔ جب  
کہ موجودہ طبی آلات میں نلکی کے ذریعہ خالص دودھ براہ راست معدہ تک پہنچتا  
ہے اور منہ سے پینے کی طرح غذائیت کا سبب بنتا ہے۔ نمبر: ۶۔ میں اسعاط اور ایجار  
کے طریقہ سے ثبوت حرمت کا حکم اسی قبیل سے ہے۔ ذیل میں فقہاء کرام کی وہ  
عبارت ذکر کی جاتی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ناک اور منہ کے علاوہ دیگر



طریقوں میں عدم ثبوت رضاعت کے حکم کا مدار غذائیت کا حاصل نہ ہونا ہے، پس جن صورتوں میں غذائیت کا حصول یقینی ہے، ان صورتوں میں ثبوت رضاعت یقیناً ہوگی۔

(۱) وكذلك الإقطار فى الاحليل لأنه لا يصل إلى الجوف فضلاً عن الوصول إلى المعدة.

(۲) وكذلك الإقطار فى الجائفة وفى الآمة لأن الجائفة تصل إلى الجوف لا إلى المعدة والآمة إن كان يصل إلى المعدة لكن ما يصل إليها من الجراحة لا يحصل به الغذاء فلا تثبت به الحرمة والحقنة لا تحرم بأن حقن الصبى باللبن، فى الرواية المشهورة۔

(۳) والحقنة لاتصل إلى موضع الغذاء لأن موضع الغذاء هو المعدة والحقنة لاتصل إليها فلا يحصل بها نبات اللحم ونشور العظم واندفاع الجوع فلا توجب الحرمة۔ (بدائع: ۴۰۸/۱۳)

### رضاعی ماں سے نکاح کی حرمت:

(۱) رضاعی ماں سے نکاح کرنا نص قطعی کی وجہ سے حرام ہے، اس لیے کہ دودھ پلانے کی وجہ سے حرمت رضاعت ثابت ہوگئی؛ چنانچہ جو رشتے نسب کی وجہ سے حرام ہوتے ہیں رضاعت کی وجہ سے بھی حرام ہو جاتے ہیں۔

أما تفسير الحرمة فى جانب المرضعة فهو أن المرضعة تحرم على المرضع لأنها صارت أماله بالرضاع فتحرم عليه لقوله عز وجل: ﴿وَأُمَّهَاتِكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ﴾ معطوفاً على قوله تعالى:

﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ﴾ يحرم من الرضاع ما يحرم من النسب۔ (بدائع: ۳/۳۹۶)

عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا زوج النبی ﷺ أخبرتها أن النبی ﷺ كان عندها وأنها سمعت صوت رجل يستأذن في بيت حفصة قالت عائشة فقلت يا رسول الله ﷺ هذا رجل يستأذن في بيتك فقال رسول الله ﷺ أراه فلانا لعم حفصة من الرضاعة فقلت يا رسول الله ﷺ لو كان فلانا - لعمها من الرضاعة - حيا يدخل عليّ فقال رسول الله ﷺ نعم ان الرضاعة تحرم ما تحرم الولادة۔ (شامی ۴/۴۰۳)

## رضاعی ماں کو دیکھنا اور اس کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنا

(۲) حقیقی ماں کی طرح رضاعی ماں کو دیکھنا اور اسکے ساتھ تنہائی میں بیٹھنا بھی جائز ہے۔

ومن محرّمه هی من لا یحلّ له نکاحها أبدا بنسب أو سبب كالرضاع والمصاهرة والخلوة بالمحرمة مباحة۔ (شامی: ۹/۵۲۷)

وأما النوع الثالث: وهو ذات الرحم المحرم فيحل للرجل النظر من ذوات محارمه إلى رأسها وشعرها وأذنيها وصدرها وعضدها وثديها وساقها وقدمها لقوله تبارك وتعالى: ﴿ولا يبدين زينتهن إلى لبعولتهن أو آبائهن﴾ الآية. نهاهن سبحانه وتعالى عن ابداء الزينة مطلقا واستثنى سبحانه ابداءها للمذكورين في الآية الكريمة منهم

ذوالرحم المحرم والاستثناء من الحظر اباحة فی الظاهر۔ (بدائع : ۲۹۱/۴)

وقد روی عن رسول الله ﷺ أنه قال: لا یخلون رجل بامرأة فان  
ثالتهما الشیطان وان كانت المرأة ذات رحم محرم منه فلا بأس  
بالخلوة۔ (بدائع : ۳۰۱/۴)

وینظر الرجل إلى فرج امته وزوجته ووجه محرمه ورأسها فصدرها  
وساقها وعضدها لالی ظهرها وبطنها وفخذها) یعنی یجوز النظر  
إلى محرمه الخ، ولا یجوز إلى ظهرها الخ ما ذکر.

والمحرم من لا یحل نکاحها علی التأیید بنسب ولا سبب  
كالرضاع والمصاهرة وان كان بالزنا۔ (بحر الرائق ۳۵۴/۸)

ویحل للرجل بغير شهوة النظر من محرمه الانثی من نسب  
أورضاع أو مصاهرة ماعدا ما بین السرة والركبة فیجوز النظر إلى  
السرة والركبة لأنهما لیسابعورة بالنسبة لنظر المحرم ویحرم نظر  
ما بین السرة والركبة منها اجماعا ویحتاط فی قرابة الرضاع۔ (الفقه  
الاسلامی وأدلته: ۳۴/۱۷)

### بیٹے کا نسبی یا رضاعی ماں کے ساتھ سفر کرنا

ماں اگر اپنے لڑکے کے ساتھ سفر کرنا چاہے تو کر سکتی ہے اس لئے کہ لڑکا  
ماں کے لیے سب سے بڑا محرم ہے۔

ویجوز للأم أن تسافر مع ولدها لأنه من أقوى المحارم لها لقول

النبي ﷺ : لا يحل لامرأة تؤمن بالله واليوم الآخر، أن تسافر مسيرة يوم وليلة ليس معها حرمة۔ (موسوعة الفقيهيه: ۲۵۸/۶)  
 ولا بأس بالمسافرة بهن لقوله عليه الصلوة والسلام: لا تسافر المرأة فوق ثلاثة أيام إلا بزواج أو محرم . (البحر الرائق: ۸-۳۵۶)

## حضانة کا بیان

’حضانة‘ حُضْن سے ماخوذ ہے، اور حُضْن کے لغوی معنی سینہ دونوں بازوں اور ان کے درمیانی حصہ کے ہیں، اور حضانة کسی چیز کو اپنے سینے اور جسم سے ملانے کو کہتے ہیں۔ اصطلاح شرع میں جن محرم رشتہ داروں پر بچہ کی پرورش کی ذمہ داری ہے اس ذمہ داری کو حضانة کہتے ہیں۔

الحضانة مأخوذة من الحِضْن وهو مادون الابط إلى الكشح  
 وحُضْنَا الشئ جانباه وحضن الطائر بيضه إذا ضمه إلى نفسه تحت  
 جناحه وكذلك المرأة إذا ضمت ولدها۔ (فقه السنه: ۲/۳۵۱)

الحضانة: الولاية على الطفل لتربيته وتديرشؤونه  
 شرعاً: تربية من لا يستقل بأموره بما يصلحه ويقيه عما يضره  
 ولو كان كبيراً مجنوناً.

شرعاً: تربية الولد لمن له حق الحضانة (ابن عابد بن) القاموس  
 الفقهی: (۹۳)

معنى الحضانة: الحضانة لغة مأخوذة من الحِضْن: وهو  
 الجنب، وهي الضم إلى الجنب.

و شرعاً: ہی تربیة الولد لمن له حق الحضانة أو هی تربیة و حفظ من لا یستقل بأمور نفسه عما یؤذیه لعدم تمييزه كطفل و كبير مجنون و ذلك برعاية شؤونه و تدبیر طعامه و ملبسه و نومہ و تنظيفه و غسله و غسل ثيابه فی سن معینة و نحوها (الفقه الاسلامی و أدلتہ: ۱۷/ ۶۷۹)

اسلام میں بچوں کی پرورش اور ان کی دیکھ بھال کو ایک حق کے طور پر مانا گیا ہے۔ یعنی بچہ کی پیدائش کے بعد کسی آدمی پر اس کی پرورش کی ذمہ داری لازم ہے۔ حضانت کا اولین حق دار کون ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے والدین کے دلوں کو اپنی اولاد کے حق میں محبت اور شفقت سے بھر دیا ہے، پھر اس شفقت میں ماں کا حصہ بہت زیادہ ہے، اسی وجہ سے اسلام نے بچہ کی پرورش کی ذمہ داری اور اس کا حق ماں کو دیا ہے، اور ماں کے لیے یہ حق جہاں زوجین کے درمیان نکاح کے باقی رہنے کی صورت میں ہے، وہیں اگر کسی وجہ سے زوجین کے درمیان تفریق ہو جائے تب بھی بچہ کی پرورش کا حق ماں ہی کو ہے، البتہ ماں کے انتقال یا زوجین کے درمیان تفریق کے بعد ماں کسی دوسرے مرد سے شادی کر لے تو اب بچہ کی پرورش کا حق ماں سے منتقل ہو کر دوسرے رشتہ داروں کی طرف آجاتا ہے۔

الحضانة تكون للنساء والرجال من المستحقين لها إلا أن النساء يقدمن على الرجال لأنهن أشفق وأرفق وبما أليق وأهدى إلى تربية الصغار ثم تصرف إلى الرجال لأنهم على الحماية والصيانة وإقامة مصالح الصغار أقدر.

وحضانة الطفل تكون للأبوين إذا كان النكاح قائماً بينهما فإن  
تفرقا فالحضانة لأم الطفل باتفاق لما ورد أن امرأة أتت رسول الله  
ﷺ فقالت يا رسول الله ان ابني هذا كان بطني له وعاء وحجرى له  
حواء وثدى له سقاء وزعم أبوه أنه ينزعه منى فقال أنتِ أحق به ما لم  
تنكحى. (الموسوعة الفقهية: ١٧ / ٣٠٢)

والحضانة نوع ولاية وسلطنة لكن الاناث أليق بها لأنهن أشفق  
وأهدى إلى التربية وأصبر على قيام بها وأشد ملازمة للأطفال فاذا بلغ  
الطفل سنًا معينة كان الحق فى تربيته للرجل لأنه أقدر على حمايته  
وصيافته وتربيته من النساء. (الفقه الاسلامى وأدلته: ١٧ / ٦٧٩)

الأم أحق بحضانة الولد بعد الفرقة بطلاق أو وفاة بالاجماع  
لوفور شفقتها إلا أن تكون مرتدة أو فاجرة فجوراً يضيع الولد به كزنا  
وغنا وسرقة ونياحة أو غير مأمونة بأن تخرج كل وقت ، وتترك الولد  
ضائعاً.

ودليل تقديم الأم من السنة ماروى أن امرأة جاءت إلى رسول  
الله ﷺ فقالت له يا رسول الله ﷺ ان ابني هذا كان بطني له وعاء  
وثدى له سقاء وحواء وان أباه طلقنى وأراد أن ينزعه منى فقال أنتِ  
أحق به ما لم تنكحى وقال رسول الله ﷺ من فرق بين والدة وولدها  
ففرق الله بينه وبين أحبته يوم القيامة. (الفقه الاسلامى وأدلته: ١٧ /

بچہ کی پرورش کرنے والی عورت میں درج ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔ (۱) آزاد ہو (۲) عاقلہ ہو (۳) بالغہ ہو (۴) امانت دار ہو (۵) قادرہ ہو (۶) اس نے کسی ایسے مرد سے شادی نہ کی ہو جو اس بچے کے حق میں اجنبی اور غیر محرم ہو۔

علامہ شامی فرماتے ہیں کہ مناسب یہ ہے کہ ان شرائط کا بھی اضافہ کر دیا جائے آزاد ہو یا مکاتبہ (دوران کتابت پیدا ہونے والے بچے کے لیے)۔ اسی طرح پرورش کرنے والی عورت محرم ہو اور مرتدہ نہ ہو؛ لیکن اگر پرورش کرنے والا مرد ہو تو اس میں بھی مذکورہ بالا صفات کا پایا جانا ضروری ہے۔

قال الرملى ويشترط فى الحاضنة أن تكون حرة بالغة عاقلة أمينة قادرة وأن تخلو من زوج أجنبي وكذا فى الحاضن الذى سوى الشرط الأخير هذا ما يؤخذ من كلامهم اه قلت وينبغى أن يزيد بعد قوله حرة أو مكاتبه ولدت فى الكتابة وأن يزيد أن تكون رحماً محرماً ولم تكن مرتدة. (شامى: ۲۵۳/۵)

قوله (والحاضنة المرأة الخ) قال الرملى ولها شروط: أن تكون حرة بالغة عاقلة أمينة قادرة وأن تخلو من زوج أجنبي وإن كان الحاضن ذكراً فشرط أن يكون كذلك ما عدا الأخير وهذا قلته منفرداً به أخذاً من كلامهم ولم أر أحداً ذكر هذه الشروط على هذه الكيفية على علمى الآن والله تعالى هو الموفق قلت وينبغى أن يزيد بعد قوله حرة أو مكاتبه لو ولدها مثلها لأن المكاتبه إذا ولدت فى

الكتابة فحضانته لها كما سيأتى۔ (بحر الرائق: ۴/۲۷۹)

## بچہ پر ماں کا حق حضانت کب تک؟

بچہ کی پرورش کا حق سب سے زیادہ ماں کو حاصل ہے، لہذا اگر لڑکا ہے تو سات سال تک اور لڑکی ہے تو بالغ ہونے تک ماں کو پرورش کا حق رہے گا۔

والحاضنة أما أو غير ها أحق به أى بالغلام حتى يستغنى عن النساء وقدر بسبع وبه يفنى لأنه الغالب والأم والجددة لأم أو لأب أحق بها بالصغيرة حتى تحيض أى تبلغ فى ظاهر الرواية (شامى: ۱۵/۲۶۷)

والأم والجددة أحق بالغلام حتى يستغنى وقدر بسبع سنين وقال القدورى حتى يأكل وحده ويشرب وحده ويستنجى وحده وقدره أبو بكر الرازى بتسع سنين والفتوى على الأول والأم والجددة أحق بالجارية حتى تحيض۔ (ہندیہ: ۱/۶۴۸)

والأم والجددة أحق بالغلام حتى يستغنى وقدر بسبع وبها حتى تحيض۔ (بحر الرائق: ۴/۲۸۵)

## حق حضانت کو ساقط کرنے والی چیزیں:

(۱) اجنبی سے نکاح۔

اگر ماں کسی ایسے مرد سے شادی کر لے جو بچے کے حق میں غیر محرم اور اجنبی ہو تو اس کی وجہ سے ماں کا حق حضانت ساقط ہو جاتا ہے۔



والحاضنة يسقط حقها بنكاح غير محرمة أى الصغير۔)

(شامی: ۲۶۶/۵)

ومنها أى من شرائط الحضانة أن لاتكون ذات زوج أجنبي من الصغير فإن كانت فلا حق لها فى الحضانة وأصله ماروى عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده أن امرأة أتت رسول الله ﷺ فقالت يا رسول الله ﷺ ان ابنى هذا كان بطنى له وعاء وحجرى له حواء وئدى له سقاء ويزعم أبوه أن ينزعه منى فقال رسول الله ﷺ أنت أحق به منه مالم تنكحى۔ (بدائع: ۴۵۸/۳ / بحر الرائق: ۲۸۵ / ۴)

(۲) سفر

حق حضانت رکھنے والی عورت یعنی ماں طلاق کے بعد اپنے بچے کو لے کر شوہر کے گھر اور مقام سے سفر کرنا چاہے تو کیا اس کو اس کی اجازت ہوگی؟ یا اس کا حق حضانت ساقط ہو جائے گا اور بچے کو ساتھ لے جانے کی اجازت نہ ہوگی۔

اس مسئلہ کی تفصیل یہ ہے کہ بچے کو لے کر ماں جہاں سفر کرنا چاہتی ہے اگر وہ قریبی جگہ ہے تو اس کا حق حضانت باقی رہے گا اور بچہ اسی کے پاس رہے گا قریبی جگہ سے مراد یہ ہے کہ باپ رات ہونے سے پہلے پہلے اپنے بچہ کی زیارت کر کے گھر واپس آنے پر قادر ہو۔

اور اگر وہ جگہ دور ہے تو ایک صورت میں حق حضانت باقی رہے گا اور دو صورتوں میں حق حضانت ساقط ہو جائے گا۔

(الف) عورت سے نکاح اس کے وطن میں ہوا ہو اور اسی کی طرف سفر ہے

تو عورت کو بچے کے ساتھ سفر کی اجازت ہے۔

اور دو صورتوں میں حق حضانت ساقط ہو جائے گا۔

(ب) اگر نکاح عورت کے وطن میں نہ ہوا ہو، کسی اور شہر مثلاً شوہر کے وطن میں ہوا ہو اور عورت اپنے وطن سفر کرنا چاہے تو اس صورت میں اس کو بچے لے جانے کی اجازت نہیں، یعنی ایسا سفر حق حضانت ساقط کرنے والا ہے۔

(ج) عورت سے نکاح اس کے وطن میں نہیں ہو، کسی اجنبی مقام مثلاً شوہر کے وطن میں ہو اور اس کے بعد زوجین نے کسی اور جگہ سکونت اختیار کی اور بعد طلاق و فرقت عورت بچے کو لے کر مقام نکاح کی جانب سفر کرنا چاہے تو یہ سفر بھی حق حضانت کو ساقط کرنے والا ہے۔ عورت کو بچے لے جانے کی اجازت نہیں ہے۔

وأما إذا كانت منقضية العدة فأرادت أن تخرج بولدها من البلد الذي هي فيه إلى بلد فهذا على أقسام۔

إن أرادت أن تخرج إلى بلدها وقد وقع النكاح فيه فلها ذلك مثل أن تزوج كوفية بالكوفة ثم نقلها إلى الشام فولدت أولاداً ثم وقعت الفرقة بينهما وانقضت العدة فأرادت أن تنقل أولادها إلى الكوفة فلها ذلك وإن وقع النكاح في غير بلدها لم يكن لها أن تنتقل بولدها إلى بلدها بأن تزوج امرأة كوفية بالشام فوعدت الفرقة فأرادت أن تنقل ولدها إلى الكوفة لم يكن لها ذلك.

ولو أرادت أن تنقل الولد إلى بلد ليس ذلك ببلدها ولكن وقع

النکاح فيه كما إذا تزوج كوفية بالشام فنقلها إلى البصرة فوَقعت  
الفرقة بينهما فأرادت أن تنقل بأولادها إلى الشام ليس لها ذلك.  
فإن كانت المسافة بين البلدين قريبة بحيث يقدر الأب أن يزور  
ولده ويعود إلى منزله قبل الليل فلها ذلك - (بدائع: ۳ / ۴۶۱، ۴۶۲)  
وقال الحنفية يسقط الحق في الحضانة إذا سافرت الأم  
المطلقة إلى بلد بعيد لا يستطيع فيه الأب زيارة ولده في نهار يرجع فيه  
إلى بيته ويبيت فيه - (الفقه الاسلامي: ۶۹۰ / ۷)

صاحب بدائع الصنائع علامہ کاسائی اس کا خلاصہ تحریر کرتے ہوئے  
فرماتے ہیں کہ حضانت کے لیے دو شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے، ان میں سے کوئی  
شرط بھی فوت ہوگئی تو حق حضانت ساقط ہو جائے گا۔

(الف) بچے کو جہاں لے جانا چاہتی ہے وہ عورت کا اپنا وطن ہو۔

(ب) اسی عورت کے وطن میں شوہر نے عورت سے نکاح کیا ہو۔

فاعتبر في الأصل شرطين: أحدهما أن يكون البلدي الذي تريد  
أن تنقل اليه الولد بلدها. والثاني وقوع النكاح فيه فما لم يوجد  
لايثبت لها ولاية النقل. (بدائع: ۳ / ۴۶۲)

(۳) اس طرح ماں بچہ کی پرورش کرنے سے انکار کر دے تو اس صورت

میں بھی حق حضانت (پرورش کا حق) ساقط ہو جائے گا۔

وإذا أسقطت الأم حقها صارت كميته أو متزوجة فتنتقل

للجدة. (شامی: ۲۵۸ / ۱۵، بحر الرائق: ۲۸۵ / ۴)

## (۴) فسق و فجور۔

ماں ایسے فسق و فجور میں مبتلا ہو کہ جس کی وجہ سے بچہ کے ضیاع کا خطرہ ہو تو اس وجہ سے بھی حق حضانت ساقط ہو جائے گا، جیسے: چوری کرنا، گانا گانا، نوحہ کرنا، وغیرہ۔ لیکن اگر ماں کے فسق و فجور کی وجہ سے بچہ کے ضیاع کا اندیشہ نہ ہو تو اس صورت میں حق حضانت ساقط نہیں ہوگا۔ خلاصہ یہ کہ مطلقاً فسق سے حق حضانت ساقط نہ ہوگا۔

أو فاجرة فجوراً يضيع الولد به كزنا وغناء وسرقة ونياحة كما في البحر والنهر بحثاً.. قوله (كما في البحر والنهر بحثاً) قال في البحر: و ينبغي أن يكون المراد بالفسق في كلامهم الزنا المقتضى لاشتغال الأم عن الولد بالخروج من المنزل ونحوه لا مطلقاً الصادق بترك الصلاة، لِمَاسِيَأْتِي أن الذميمة أحق بولدها المسلم مالم يعقل الأديان فالفاسقة المسلمة أولى قال في النهر: وأقول في قصره على الزنا قصور إذ لو كانت سارقة أو مغنية أو نائحة فالحكم كذلك وعلى هذا فالمراد فسق يضيع الولد به اهـ۔

والحاصل أن الحاضنة إن كانت فاسقة فسقاً يلزم منه ضياع الولد عندها سقط حقها، وإلا فهي أحق به إلى أن يعقل فينزع كالكتابية. (شامی: ۲۵۳/۱۵)

## (۵) ارتداد

یعنی خدا نخواستہ کوئی مسلمان عورت، کافر، شیعہ یا قادیانی ہو جائے یا کوئی

دوسرا مذہب اختیار کر لے یا کوئی ایسا کلام یا کام کر لے جس سے اسلام جاتا رہے تو اس کا حکم یہ ہے کہ جب تک یہ دوبارہ اسلام قبول نہ کر لے اس وقت تک اس کو قید میں رکھا جائے گا اور اس کی پٹائی بھی ہوتی رہے گی، اب اس حال میں یہ بچہ کی دیکھ بھال نہیں کر سکتی، اس لیے بچہ اس سے لے لیا جائے گا، لہذا اگر دوبارہ اسلام قبول کر لیتی تو قید سے رہا کر کے بچہ اس کو سپرد کر دیا جائے گا۔

ثبت للام ولو بعد الفرقة إلا أن يكون مرتدة فحتى تسلم لأنها تحبس قوله: (لأنها تحبس) أي تضرب فلا تتفرغ للحضانة۔ (بحر)  
(شامی: ۲۵۳/۵)

### (۶) کثرت خروج و اہمال

ماں کسب وغیرہ کی وجہ سے بکثرت گھر سے باہر نکلتی ہو، جس سے بچہ کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو تو اس کی وجہ سے بھی حق حضانت ساقط ہو جائے گا۔

أو غير مأمونة ذكره في المجتبی بأن تخرج كل وقت وتترك الولد ضائعاً قوله (بأن تخرج كل وقت الخ) المراد كثرة الخروج لأن المدار على ترك الولد ضائعاً والولد في حكم الأمانة عندها ومضیع الأمانة لا يستأمن۔ (شامی: ۲۵۴/۱۵)

(۷) ماں بچہ کی پرورش پر اجرت طلب کرتی ہو اور اسی بچہ کی ذی رحم محرم عورت بچے کی پرورش مفت میں کرنے کو تیار ہے، مثلاً پھوپھی تو اس صورت میں بھی حق حضانت ساقط ہو جائیگا۔

وإذا كان الأب معسراً وأبت الأم أن تربي إلا بالأجرة وقالت

العمة أنا أربى بغير أجره فإن العمة أولى هو الصحيح۔ (عالمگیری: ۵۴۳/۱)

وإن كانت أى المتبرعة بالحضانة محرماً للصغير فتقدم المتبرعة إذا كانت الأجرة فى مال الصغير أو كان الأب معسراً۔ (الفقة الاسلامی: ۶۹۴/۷)

أو أبت أن تربيته مجاناً والحال أن الأب معسر والعمة تقبل ذلك أى تربيته مجاناً ولا تمنعه عن الأم قيل للأم اما أن تمسك به مجاناً أو تدفيعه للعمة۔ (شامی: ۲۵۵/۱۵)

### بچہ کی پرورش کرنے پر ماں کا اجرت طلب کرنا

- (۱) ماں اگر باپ کے نکاح میں ہو یا عدت میں ہو تو ماں کے لیے بچہ کی پرورش کرنے پر اجرت طلب کرنا جائز نہیں ہے۔
- (۲) اگر ماں کی عدت مکمل ہو گئی تو اب اگر ماں بچہ کی پرورش پر اجرت طلب کرے تو ماں کو اس کا حق ہے، لہذا عدت کے مکمل ہونے کے بعد ماں کے لیے اجرت لینا جائز ہے۔

وتستحق الحاضنة أجره الحضانة إذا لم تكن منكوحة ولا معتدة لأبيه فإذا كانت منكوحة أو معتدة لأبيه لم تستحق أجره لا على الحضانة ولا على الإرضاع لوجوبها عليها ديانة۔ (شامی: ۲۵۹/۱۵)

فإن أرادت أن تأخذ على ذلك أجره فى صلب النكاح لم يجز

لها ذلك لأن الإرضاع وإن لم يكن مستحقاً عليها في الحكم فهو مستحق في الفتوى ولا يجوز أخذ الأجر على أمر مستحق - (بدائع : ٤٥٦/٣)

وان استأجرها وهي زوجته أو معتدته لترضع ولدها لم تجز لأن الارضاع مستحق عليها ديانة قال الله تعالى والوالدات يرضعن أولادهن الا انها عذرت لاحتمال عجزها فاذا أقدمت عليه بالاجر ظهرت قدرتها فكان الفعل واجبا عليها فلا يجوز أخذ الأجر عليه -  
وإن انقضت عدتها فاستأجرها يعني لارضاع ولدها جاز لأن النكاح قد زال بالكلية وصارت كالأجنبية : (هداية : ٤٤٧/٢)

(۳) ماں اگر بچہ کی پرورش پر اجرت طلب کرے اور کوئی اجنبی عورت مفت میں پرورش کرنے کے لیے تیار ہے، تو دیکھا جائے گا: اگر ماں اجرت مثل کا مطالبہ کرتی ہے تو بچہ ماں ہی کے سپرد کیا جائے گا نہ کہ اجنبیہ کو۔

لیکن اگر ماں اجرت مثل سے زیادہ کا مطالبہ کرتی ہے تو اس صورت میں بھی بچہ ماں ہی کے سپرد کیا جائے گا، لیکن ماں کو صرف اجرت مثل ہی دی جائے گی۔

وقد سُئِلْتُ عن صغيرة لها أم تطلب زيادة على أجر المثل و بنت عم تريد حضانتها مجاناً فأجبتُ بأنها تدفع للأم لكن بأجر المثل فقط لأن تلك كالأجنبية للاحق لها في الحضانة أصلاً فلا يعتبر تبرعها - (شامی : ٢٥٦/٥)

وأن للأم أخذ أجره المثل على الحضانة ولا تكون الأجنبية

المتبرعة بها أولى. (شامی: ۳۴۹/۵)

أما المتبرعة بالحضانة فان كانت غير محرم للصغير فلا تقدم على صاحبة الحق في الحضانة. (الفقه الاسلامی وأدلته: ۶۹۴/۷)

الأجرة التي تستحقها الأم هي أجرة المثل وهي التي تقبل امرأة أخرى أن ترضع الولد في مقابلها وتقديرها متروك للقاضي فلو طلب الأم أكثر من أجر المثل لا تجاب إلى طلبها. (الفقه الاسلامی وأدلته: ۶۶۶/۷)

(۴) اگر عورت ایسے بچہ کو دودھ پلانے پر اجرت طلب کرے جو اس کے شوہر کی دوسری بیوی سے ہے تو عورت کے لیے اس کی اجرت طلب کرنا ہر حال میں جائز ہے، خواہ وہ نکاح میں ہو یا عدت میں ہو یا مطلقہ ہو، اس لیے کہ عورت پر اس بچے کو دودھ پلانا ضروری نہیں ہے۔

ولو استأجرها وهي منكوحتة أو معتدته لإرضاع ابن له من غيرها جاز لأنه غير مستحق عليها. (هداية: ۴۴۸ / ۲)

لو استأجر منكوحتة لإرضاع ولده من غيرها جاز من غير ذكر خلاف لأنه غير واجب عليها مع أنه فيه اجتماع أجرة الرضاع والنفقة في مال واحد. (شامی: ۳۴۸ / ۵)

### ماں اور اولاد کے مابین نفقہ کے احکام

(۱) ماں پر بچہ کا نفقہ: اگر باپ تنگ دست ہو اور ماں خوش حال ہو (وہ بچہ کا



نفقہ برداشت کرنے کی طاقت رکھتی ہو) تو ایسی حالت میں ماں کو ہی حکم دیا جائے گا کہ وہ بچہ کا نفقہ برداشت کرے، دیگر اقارب کی بہ نسبت اس ذمہ داری میں ماں کو مقدم رکھا جائے گا۔ اور ماں بچہ پر جو خرچ کرے گی یہ سب باپ کے ذمہ دین ہوگا، لہذا جب باپ مالدار ہو جائے تو ماں نے بچہ پر جو بھی خرچ کیا ہے، وہ سب باپ سے وصول کر لینی، اس لیے کہ نفقہ کی اصل ذمہ داری باپ پر ہے اگرچہ باپ تنگ دست ہو اور ماں نے قاضی کے حکم سے باپ پر واجب نفقہ خرچ کیا ہے، لہذا وصول کرے گی۔

فان كان الأب معسراً والام موسرة أمرت أن تنفق من مالها على الولد ويكون ديناً على الأب إذا أيسر ترجع عليه لأن نفقه الولد الصغير على الأب وان كان معسراً كنفقة نفسه فكانت الأم قاضية حقاً واجباً عليه بأمر القاضي فترجع عليه إذا أيسر كما إذا أدت بأمهـ۔ (احکام الصغار: ۸۲)

الأم أولى بالتحمل من سائر الأقارب حتى لو كان الأب معسراً والام موسرة واللصغير جد موسر تؤمر الأم بالانفاق من مال نفسها ثم ترجع على الأب ولا يؤمر الجدة بذلك۔ (عالمگیری: ۵۶۲/۱)

(۲) بیٹے پر ماں کا نفقہ: اگر ماں محتاج ہو تو ایسی صورت میں بیٹے پر ماں کا نفقہ لازم ہے اگرچہ بیٹا تنگ دست ہو۔

والأم إذا كانت فقيرةً فإنه يلزم الابن نفقتها وإن كان معسراً

وہی غیر زمنہ. ( ہندیہ : ۱ / ۶۷۰ )

(۳) بیٹا اگر ابویں میں سے فقط ایک کے نفقہ پر قادر ہو: اگر لڑکا والدین میں سے کسی ایک کا نفقہ برداشت کرنے پر قادر ہو تو ایسی صورت میں ماں زیادہ حق دار ہے، یعنی بیٹا ماں کا نفقہ اٹھائے گا نہ کہ باپ کا۔

وإذا كان الابن يقدر على نفقة أحد أبويه ولا يقدر عليهما جميعاً فالأم أحق. ( ہندیہ : ۱ / ۶۷۰ )

کسب معاش پر قادر والدین کا نفقہ اولاد پر لازم ہے یا نہیں؟

اگر والدین کسب معاش پر قادر نہ ہوں اور ضرورت مند بھی ہوں تو ایسی صورت میں اولاد پر ان کا نفقہ واجب ہوتا ہے، لیکن اگر والدین کسی قدر کسب معاش پر قادر ہیں اور ضرورت مند بھی ہیں، اور اولاد خوش حال ہونے کے ساتھ اچھی طرح کمانے پر بھی قادر ہیں تو ایسی حالت میں: امام شمس الائمہ سرحسی اور امام شمس الائمہ حلوانی کے درمیان اختلاف ہے:

شمس الائمہ سرحسی فرماتے ہیں کہ باپ کے کسب معاش پر قادر ہونے کے باوجود بیٹے کو باپ کا خرچہ دینے پر مجبور کیا جائے گا۔

اس کے برخلاف شمس الائمہ حلوانی فرماتے ہیں کہ باپ اگر کسب معاش پر قادر ہو تو بیٹے کو باپ کا نفقہ ادا کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا؛ بلکہ بیٹے کو اختیار دیا جائے گا۔ شمس الائمہ حلوانی کی رائے کی مطابق یہ بات سامنے آتی ہے کہ بیٹا چاہے تو نفقہ ادا کرے اور چاہے تو باپ کو کسب معاش پر مجبور کر سکتا ہے۔

لیکن حضرت عائشہؓ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر باپ کسی قدر کسب معاش پر قادر ہو تو بھی باپ کو کسب معاش پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔ حضرت عائشہؓ کی روایت کی وجہ سے شمس الائمہ سرخسی کی بات زیادہ راجح ہے اور یہی مفتی بہ قول معلوم ہوتا ہے، اور یہی ظاہر الروایت بھی ہے کہ اگر والدین کسب معاش پر قادر ہوں تو بھی اولاد کو والدین کے لیے کسب معاش پر مجبور کیا جائے گا۔

عن عائشہؓ قالت : قال رسول الله ﷺ ان اولادكم هبة الله لكم (يهب لمن يشاء إناثاً ويهب لمن يشاء الذكور) فهم و أموالهم لكم إذا احتجتم اليها (السنن الكبرى للبيهقي : ۱۱۵/۸)

عن عائشہؓ قالت : قال رسول الله ﷺ إن أطيب ما اكلتم من كسبكم وان اولادكم من كسبكم۔ (ترمذی شریف : ۲۵۲/۱)

ثم يفرض على الابن نفقة الأب إذا كان الأب محتاجاً والابن موسراً سواء كان الأب قادراً على الكسب أو لم يكن، وذكر شمس الأئمة السرخسی فی شرح أدب القاضی للخصاف أن الأب إذا كان كسوباً والابن ايضاً كسوب يجبر الابن على الكسب فى نفقة الأب، وذكر شمس الأئمة الحلوانى فى شرح أدب القاضى للخصاف أنه لا يجبر الابن على نفقة الأب إذا كان الأب قادراً على الكسب واعتبره بذى الرحم المحرم فانه لا يستحق النفقة فى كسب قريبه ولا على قريبه الموسر إذا كان هو كسوباً وفى الفتاوى الخلاصة : وفى الاصل إذا كان الأب والابن معسرین لاتجب على احدهما نفقة الآخر۔)

الفتاوی تاتارخانیہ: ۵ / ۲۵۰ (۴)

تجب علی الموسر نفقة أبويه و أجداده وجداته سواء كانوا قادرین علی الكسب أو لا قیل هو ظاهر الروایة وقال الحلوانی الابن الكاسب لا یجبر علی نفقة الأب الكاسب لأنه كان غنياً باعتبار الكسب فلا ضرورة فی إيجاب النفقة علی الغير وفي الفتح یجبر الموسر علی نفقة أحد من قرابته إذا كان رجلاً صحيحاً وان كان لا یقدر علی الكسب الا فی الوالد خاصة۔ (مجمع الأنهر: ۲ / ۱۹۵) واستدل شمس الأئمة السرخسی فی شرح الكافی بقوله تعالی : ( فلا تقل لهما أف۔ (الاسراء: ۳۲) وقال : نهی عن التأیيف یعنی الأذى، ومنع الأذى فی منع النفقة علی حاجتها أكثر، ولهذا یلزمه نفقتهما وإن كانا قادرین علی الكسب ؛ لأن معنى الأذى فی الكد والتعب أكثر منه فی التأیيف وقال علیه السلام : ان أ طیب ما أكل الرجل من كسبه، وان ولده من كسبه، فكلوا من كسب أولادكم۔) البناية : ۵ / ۷۰۰ (فتاوی قاسمیہ: ۴ / ۳۳۱)

## کتاب الجنایات

### ماں بیٹے کے درمیان قصاص کا حکم

(۱) ماں اگر اپنے بچے کو قتل کر دے تو اس کی وجہ سے ماں کو قصاصاً قتل نہیں کیا جائے گا۔ اسی طرح اگر نانی اپنے نواسے کو اور دادی اپنے پوتے کو قتل کر دے تو

ماں کی طرح ان سے بھی قصاص نہیں لیا جائے گا، قتل چاہے عمدا ہی کیوں نہ ہو۔

وَأَمَّا الَّذِي يَرْجِعُ إِلَى الْمَقْتُولِ فَثَلَاثَةٌ أَنْوَاعٌ :

أحدها أن لا يكون جزء القاتل حتى لو قتل الأب ولده لا قصاص عليه وكذلك الجد أب الأب أو أم الأم وإن علا وكذلك إذا قتل الرجل ولد ولده وإن سفلو وكذا الأم إذا قتلت ولدها أو أم الأم أو أم الأب إذا قتلت ولد ولدها والأصل فيه ما روى عن النبي ﷺ أنه قال لا يقاد الوالد بولده واسم الوالد والوالد يتناول كل والد وإن علا وكل ولد وإن سفل - (بدائع : ۱۶ / ۲۷۴)

أن لا يكون المقتول جزء القاتل حتى لو قتل الأب ولده عمدا بأي طريق من طرق القتل لا قصاص عليه وكذلك الجد أب الأب أو أم الأم وإن علا وكذلك إذا قتل الرجل ولد ولده وإن سفلو وكذا الأم إذا قتلت ولدها أو الجدة أم الأم أو أم الأب إذا قتلت ولد ولدها (الجنايات في الفقه الاسلامي : ۹۵)

ولا يقتل الرجل بابنه والجد من قبل الرجال والنساء وإن علا في هذا بمنزلة الأب وكذا الوالدة والجدة من قبل الأب والأم قربت أو بعدت - (عالمگیری : ۱۶ / ۴ / موسوعة الفقهية : ۳۳ / ۲۶۷ / الفقه الاسلامي وأدلة : ۱۶ / ۲۵۱)

(۲) اگر بچہ اپنی ماں کو قتل کر دے تو بچہ سے قصاص لیا جائے گا۔

وَأَتَّفَقَ الْحَنْفِيَّةُ وَالْمَالِكِيَّةُ وَالشَّافِعِيَّةُ وَالْحَنَابِلَةُ عَلَى أَنَّهُ يَقْتُلُ الْوَالِدَ

بقتل والديه أو أحدهما لعمومات القصاص من غير فصل. (الجنایات فی الفقه الاسلامی: ۹۶)

ويقتل الولد بالوالد لعمومات القصاص من غير فصل ثم خص منها الوالد بالنص الخاص فبقى الولد داخلا تحت العموم. (بدائع: ۲۷۵/۶)

وأما ان قتل الابن أباه أو أحد أصوله فاتفق العلماء على أنه يقتص منه لعموم الآيات القرآنية والأحاديث النبوية الدالة على وجوب القصاص من القاتل ولأن منطق القياس يقضى بذلك إذ أن الأب أعظم حرمة وحقاً من الشخص الاجنبي فاذا قتل القاتل باعتدائه على الأجنبي فبالاعتداء على الأب أولى بل إن قتل الابن لأبيه فيه تهمة واضحة وهو استعجال الوصول إلى المنافع وأخذ الميراث وأما محبة الابن للأب فهي مشوبة بتهمة المنفعة وتحقيق مصلحة نفسه. (الفقه الاسلامی وأدلته: ۹۱۸/۹)

ويقتل الولد بالوالد والوالدة والجد وان علا والجددة وان علت من قبل الآباء أو الأمهات كذا في فتاوى قاضيخان. (عالمگیری: ۱۶، ۴، بحر الرائق: ۱۸/ ۲۱)

بیٹے سے والدین کا قصاص لینے اور والدین سے بیٹے کا قصاص نہ لینے کے حکم میں فرق بیان فرماتے ہوئے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے حجۃ اللہ البالغہ میں دو وجوہات ذکر فرمائی ہیں:

(۱) اولاد پر والدین کی شفقت اور ان کی طرف میلان بے حد ہوتا ہے لہذا والدین کے اولاد کو قتل کرنے میں دو احتمال ہیں: (۱) یہ کہ انہوں نے عمداً قتل نہ کیا ہو، اگرچہ ظاہر میں یہ نظر آتا ہو کہ عمداً قتل کیا ہے، پس یہ قتل درحقیقت قتلِ خطا ہے۔ (۲) یہ کہ درپردہ کوئی ایسی وجہ موجود رہی ہو جس سے قتل جائز ہو گیا ہو اس صورت میں قتلِ خطا بھی نہ رہا، نیز یہ علامات شبہ عمدہ کی علامات سے کم تر نہیں، کیوں کہ شبہ عمدہ میں جس آلہ سے قتل کیا جاتا ہے وہ صالح للقتل نہیں ہوتا، اس لیے قاتل سے قصاص نہیں لیا جاتا، پس یہاں پر بھی قصاص مرتفع ہو جائے گا کیوں کہ ابوت اور شفقت کی دلالت اس سے کم نہیں۔

(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ والدین اولاد کے ظاہری وجود کا سبب ہیں، لہذا اولاد ان کے عدم کا سبب نہیں بن سکتی، یہ کفرانِ نعمت ہے کہ والدین نے اولاد کو وجود بخشا اور اولاد نے انہیں موت کے گھاٹ اتار دیا، لہذا اولاد کو والدین کے قصاص میں قتل کیا جائے گا، لیکن والدین کو اولاد کے قصاص میں قتل نہیں کیا جائے گا۔

وقال صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ 'لا يقاد الوالد بالولد'

اقول السبب في ذلك أن الوالد شفقته وافرّة و حدبه عظيم فاقدامه على القتل مظنة: (أ) أنه لم يتعمده وان ظهرت مخايل العمد۔ (ب) أو كان لمعنى أباح قتله.

وليست دلالة هذه أقل من دلالة استعمال مالا يقتل غالباً على أنه لم يقصد ازهاق الروح۔ (حجة الله البالغة: ۱۲ / ۶۷۷) (مكتبه

(حجاز دیوبند)

وعلة التفريق بين الأب والابن فى هذا الحكم هو قوة المحبة التى بين الأب والابن الا أن محبة الأب غير مشوبة بشبهة مادية بقصد انتظار النفع منه فتكون محبته له أصلية لا لنفسه فتقتضيه بالطبيعة الحرص على حياته، أما محبة الولد لأبيه فهى مشوبة بشبهة انتظار المنفعة لأن ماله له بعد وفاة أبيه فلا يحرص عادة على حياته فتكون محبته لنفسه فقد يقتله۔ (الفقه الاسلامى وأدلته: ۲۵۲/۶)

### بیٹے کا ماں سے حق قصاص وصول کرنا

بیٹا اپنے ماں باپ سے قصاص وصول نہیں کر سکتا۔ یعنی ماں باپ نے کسی کو عداً قتل کیا اور مقتول کا قصاص لینے کا حق بیٹے کے پاس آجائے تو حق بنوت کی وجہ سے قصاص ساقط ہو جائے گا، البتہ دیت واجب ہوگی۔

اس مسئلہ کی بنیادی طور پر دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

(۱) بیٹے کے پاس حق قصاص دوسرے ولی کی طرف سے بطور میراث منتقل ہو۔ جیسے شوہر نے اپنے خسر کو یا بیوی نے اپنے خسر کو قتل کر دیا، تو حق قصاص پہلی صورت میں بیوی کو اور دوسری صورت میں شوہر کو ملے گا، البتہ قصاص وصول کیا جائے اس سے پہلے ان کا انتقال ہو جائے تو اب یہ حق قصاص بیٹے کی طرف منتقل ہوگا۔

ويسقط قود ورثه على أبيه أى أصله لأن الفرع لا يستوجب العقوبة على أصله وصورة المسألة فيما إذا قتل الأب أب امرأته مثلاً و



لاوارث له غير هاتم ماتت المرأة فإن ابنها منه يرث القود الواجب على أبيه فسقط لما ذكرنا. (شامى : ۱۰ - ۱۷۷)

يسقط القصاص إذا كان ولى الدم هو وارث الحق فى القصاص كما إذا وجب القصاص لانسان فمات من له القصاص فورث القاتل القصاص كله أو بعضه أو ورثه من ليس له القصاص من القاتل وهو الابن ومثال كون وارث القصاص من ليس له القصاص من القاتل أن يقتل أحد الوالدين الوالد الآخر وكان لهما ولد ( ذكر أو أنثى) فيسقط القصاص لأن الوالد هو صاحب الحق فيه ولا يجب للولد قصاص على والده بدليل أنه لوجنى الوالد على ولده وقتله لا يقتص منه للحديث النبوى لايقاد الوالد بالولد فمن باب أولى لا يقتص للولد من الوالد إذا جنى الوالد على غير ولده. (الفقه الاسلامى وأدلته: ۲۷۶/۶)

وان ورث قصاصا على أبيه سقط لما ذكرنا أن الابن لا يستوجب العقوبة على أبيه وصورة المسألة فيما إذا قتل الأب أخ امرأته ثم ماتت امرأته قبل أن يقتص به فان ابنه يرث القصاص الذى لها على أبيه فسقط لما ذكرنا كما إذا قتل امرأته وليس لها ابن الا أنها منه فيسقط القصاص. ( بحر الرائق: ۲۲/۸)

(۲) بیٹے کے ماں باپ نے بیٹے کے کسی ایسے عزیز کو قتل کیا جس کا حق قصاص براہ راست بیٹے کو ملے، جیسے شوہر نے بیوی کو قتل کیا یا بیوی نے شوہر کو قتل کیا

جس کا حق قصاص بیٹے کو ملا، تو یہ حق قصاص بیٹا اپنے باپ سے اور ماں سے وصول نہیں کرے گا۔

وكما إذا قتل أحد الأبوين صاحبه ولهما ولد لم يجب القصاص لأنه لو وجب لوجب لولده ولا يجب للولد قصاص على والده لأنه اذا لم يجب بالجنابة عليه فلأن لا يجب له بالجنابة على غيره أولى (الجنایات فی الفقه الاسلامی: ۱۳۷)

وان ورث قصاصا على أبيه سقط بأن قتل الأب أم ابنه أو قتل الأب أختا لامرأته ثم ماتت امرأته قبل أن تقتص منه فان ابنها منه يرث القصاص الذي لها على أبيه سقط القصاص لحرمة الأبوة۔ (مجمع الأنهر: ۳۱۶/۴)

ولو كان في ورثة المقتول ولد القاتل أو ولد ولده وان سفل بطل القصاص وتجب الدية۔ (عالمگیری: ۶/۴)

### مادون النفس جنایت کا قصاص

اگر ماں نے اپنے بچہ پر مادون النفس جنایت کا ارتکاب کیا، مثلاً اسکے بازو کاٹ دئے یا اسے زخمی کر دیا تو جس طرح جنایت فی النفس میں ماں سے قصاص نہیں لیا جاتا اسی طرح مادون النفس میں بھی ماں سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔

أما الشرائط العامة فما ذكرنا في بيان شرائط وجوب القصاص في النفس من كون الجاني عاقلاً بالغاً متعمداً مختاراً وكون المجنى عليه معصوماً مطلقاً لا يكون جزء الجاني ولا ملكه وكون الجنابة

حاصلة على طريق المباشرة لما ذكرنا من الدلائل (بدائع: ۳۷۰/۶)  
 فيمتنع القصاص من الوالد لولده فيما دون النفس كالنفس  
 لقول النبي ﷺ لا يقاد الوالد بولده، هذا باتفاق المذاهب الاربعة  
 حتى عند الامام مالك لأن الضرب عدوانا لا على وجه اللعب أو  
 التأديب الذي ينشأ عنه جرح لا قصاص فيه عنده لأنه من الخطأ.  
 (الجنایات فی الفقه الاسلامی: ۲۵۶) هكذا في الفقه الاسلامی  
 وأدلته: (۳۱۲/۷)

### بچہ کی وجہ سے ماں سے سزا کو مؤخر کرنا

اگر کسی حاملہ عورت نے کسی کے قتل نفس یا مادون النفس جنایت کا ارتکاب  
 کیا تو جب تک وہ حاملہ عورت بچہ نہ جن دے اور وضع حمل کے بعد بچہ کو دودھ  
 پلانے کی مدت مکمل نہ ہو جائے، اس وقت تک اس سے قصاص کو مؤخر کیا جائے گا؛  
 لیکن اگر کوئی عورت دودھ پلانے کے لیے مل جائے تو اس صورت میں اس عورت  
 سے بچہ کو دودھ پلانے کی مدت کے مکمل ہونے سے پہلے ہی قصاص لے لیا جائے  
 گا۔

اتفق الجمهور على أنه لا يجوز القصاص من حامل سواء  
 أكانت حاملاً وقت الجناية أو حملت بعدها وسواء أكان القصاص  
 في النفس أو الطرف أما القصاص في النفس فظاهر.

وأما مادون النفس فلخشية السراية إلى الجاني أو إلى غير  
 الجاني وهو نفس معصوم فيؤخر القصاص إلى أن تضع حملها

وأرضعته إلى الفطام أو وجدت من ترضعه فيقتص قبل الفطام  
(الجنایات فی الفقه الاسلامی: ۲۶۷)

### مزنیه ماں سے حمل کی وجہ سے حد کو مؤخر کرنا۔

اگر عورت نے زنا کا ارتکاب کیا اور اس زنا کے سبب حمل ٹھہر گیا تو عورت پر حد جاری نہیں کی جائے گی، جب تک کہ وہ بچہ نہ جنم دے۔ اسی طرح وضع حمل کے بعد اگر کوئی دوسری عورت بچہ کو دودھ پلانے اور اسکی دیکھ بھال کے لیے آمد نہ ہو تو دودھ پلانے کی مدت ختم ہونے تک عورت سے حد کو مؤخر کیا جائے گا؛ لیکن اگر کوئی دوسری عورت دودھ پلانے اور بچہ کی دیکھ بھال کے لیے تیار ہو جاتی ہے تو عورت پر علی الفور حد قائم کر دی جائے گی۔

والحامل إن ثبت زناها بالبينة تحبس حتى تلد وترجم إذا  
وضعت ولا تجلد مالم تخرج من نفاسها وإن لم يكن للمولود من  
يربيه لا ترجم حتى يستغنى عنها صيانة عن الهلاك۔ (مجمع  
الأنهر: ۳۴۳/۲)

ويقام على الحامل بعد وضعها لا قبله أصلاً بل تجس لو زناها  
بينة فان كان حدها الرجم رجمت حين وضعها الا إذا لم يكن  
للمولود من يريه حتى يستغنى قوله (لا قبله اصلاً) أي سواء كان  
حدها الجلد والرجم كى لا يؤدى إلى هلاك الولد لأنه نفس محترمة  
لا جريمة۔ (شامی: ۲۱/۶)

واذا ثبت الزنا على المرأة وهي حامل فانه لا يقام عليها الحد

سواء كان الحد جلدًا أو رجما فان وضعت مافى بطنها ينظر ان كان الحد رجما رجمت كما وضعت وذكر الخصاص فى أدب القاضى أنه إذا كان للولد من يرضعه ويقوم بمصالحه رجما فى الحال وان لم يكن للولد من يرضعه ويقوم بمصالحه ينظر فظام الولد وهكذا روى عن أبى حنيفة وأبى يوسف فان كان الحد جلدًا لا يقام عليها مالم تطهر من نفاسها - (تاتارخانيه: ٣٧٤/٦)

قال الموفق لا يجوز أن يقتص من حامل قبل وضعها سواء كانت حاملا وقت الجناية أو حملت بعدها قبل الاستيفاء وسواء كان القصاص فى النفس أو فى الطرف أمافى النفس فلقوله تعالى ﴿فلا يسرف فى القتل﴾ وقتل الحامل قتل لغير القاتل فيكون اسرافاً -

وروى ابن ماجه بسنده عن عبد الرحمن بن غنم قال ثنا معاذ بن جبل وابو عبيدة بن الجراح وعبادة بن الصامت وشداد بن اوس قالوا ان رسول الله ﷺ قال اذا قتلت المرأة عمدا لم تقتل حتى تضع مافى بطنها إن كانت حاملا وحتى تكفل ولدها وان زنت لم ترحم حتى تضع مافى بطنها وحتى تكفل ولدها وهذا نص ولان النبى ﷺ قال للغامدية المقررة بالزنا ارجع حتى تضعى مافى بطنك ثم قال لها ارجعى حتى ترضعيه ولان هذا اجماع من اهل العلم لانعلم بينهم فيه اختلافاً - (اوجز السالك: ٤٥٩/٥)

## بچہ کی وجہ سے اسقاطِ حمل

(۱) شیر خوار بچہ کے ضعف کے اندیشہ سے ماں کا حمل ساقط کرانا۔  
اسقاطِ حمل فی نفسہ ناجائز ہے، جہاں تک ممکن ہو اس حرکت سے بچنا چاہئے  
لیکن اگر کوئی سخت مجبوری پیش آجائے، مثلاً اگر دودھ پیتے بچہ کو حمل سے نقصان ہو  
نے کا اندیشہ ہو تو اس کی وجہ سے حمل ساقط کرانے کی گنجائش ہے، بشرطیکہ جنین میں  
روح نہ پڑی ہو یعنی حمل کو ایک سو بیس دن نہ گزرے ہوں، اگر یہ مدت (ایک سو  
بیس دن) گزر جائیں تو اب ماں کے لیے اسقاطِ حمل جائز نہیں ہے۔)

العلاج لاسقاط الولد إذا استبان خلقه كالشعر والظفر و  
نحوهما لا يجوز وان كان غير مستبين الخلق يجوز.  
(ہندیہ: ۵۳۸/۵)

وقالوا يباح اسقاط الولد قبل أربعة أشهر ولو بلا اذن الزوج.  
(شامی: ۳۳۵/۴)

امرأة مرضعة ظهر بها حبل وانقطع لبنها وتخاف على ولدها  
الهلاك وليس لأبي هذا الولد سعة حتى يستأجر الظئر يباح لها أن  
تعالج في استنزال الدم مادام نطفة أو علقة لم يخلق له عضو وخلقه لا  
يستبين إلا بعد مائة وعشرين يوماً أربعون نطفة وأربعون علقة  
وأربعون مضغة۔ (ہندیہ: ۵۳۸/۵)

ونقل عن الذخيرة: لو أرادت الالقاء قبل مضي زمن ينفخ فيه  
الروح هل يباح لها ذلك أم لا؟ اختلفوا فيه وكان الفقيه على بن

موسى يقول أنه يكره فان الماء بعدما وقع فى الرحم مآله الحياة فيكون له حكم الحياة كما فى بيضة صيد الحرم ونحوه فى الظهيرية قال ابن وهبان فاباحة الاسقاط محمولة على حالة العذر أو أنها لاتأثم اثم القتل ومن الاعذار أن ينقطع لبنها بعد ظهور الحمل وليس لأبى الصبى ما يستأجره الظئر ويخاف هلاكه (شامى: ۴/ ۳۳۶)

امرأة مرضعة ظهر بها حبل وانقطع لبنها ويخاف على ولدها الهلاك وليس لأب هذا الولد سعة حتى يستأجر الظئر هل يباح لها أن تعالج فى اسقاط الولد قالو يباح مادام نطفة أو علقة أو مضغة لم يخلق له عضو لأنه ليس بآدمى ومدته بالأيام.

وفى الذخيرة ومدة استبانة الخلق ونفخ الروح مقدرة بمائة و

عشرين يوماً. (تاتارخانية: ۱۸۸ / ۲۰۴)

(۲) بچوں کی تعلیم و تربیت یا پرورش میں مشقت کے خوف سے اسقاط۔

اگر ماں بچوں کی تعلیم و تربیت یا پرورش میں مشقت کے اندیشہ محض سے حمل ساقط کرانا چاہے تو اس کی اجازت نہیں ہے، ہاں اگر حمل کی وجہ سے دودھ منقطع ہونے یا کسی ایسی بیماری کا خطرہ درپیش ہو، جس کی وجہ سے پہلے سے موجود بچوں کی ہلاکت کا واقعی اندیشہ ہو تو اسقاط کی اجازت ہوگی۔

بچوں کے درمیان فاصلہ رکھنا

ایسی صورت میں بہتر یہ ہے کہ تعلیم و تربیت اور بہتر پرورش کے مقصد سے

بچوں کے درمیان کچھ فاصلہ رکھا جائے اور اس کے لیے اگر عارضی مانع حمل کی تدبیر اختیار کی جائے تو اس کی گنجائش بھی ہے۔

فباحة الاسقاط محمولة على العذر أو أنها لا تأثم إثم القتل  
ومن الاعذار أن ينقطع لبنها بعد ظهور الحمل و ليس لأبي الصبي ما  
يستأجر به الظئر ويخاف هلاكه۔ (شامی ۴ / ۳۳۶)

قيل ذلك لا يدل على حرمة العزل بل على كراهته إذ ليس في  
معنى الوأد الخفى لأنه ليس فيه ازهاق الروح بل يشبهه. (مرقاة  
کتاب النوازل (۲۳۹/۶۱) ۳۴۷/۶:)

منع حمل کے لیے ایسی صورت اختیار کرنا کہ قوت تولید باقی رہتے ہوئے  
حمل قرار نہ پائے، اس صورت کا حکم یہ ہے کہ بلا عذر یہ صورت اختیار کرنا مکروہ  
تترزیبی ہے، اور درج ذیل اعذار کی صورت میں بلا کراہت جائز ہے۔

(۱) عورت اتنی کمزور ہو کہ بار حمل کا تحمل نہیں کر سکتی۔

(۲) عورت اپنے وطن سے دور کسی ایسے مقام میں ہے، جہاں اس کا  
مستقل قیام و قرار کا ارادہ نہیں، اور سفر کسی ایسے ذریعہ سے ہے کہ اس میں مہینوں  
لگ جاتے ہوں۔

(۳) زوجین کے باہمی تعلقات ہموار نہ ہونے کی وجہ سے علیحدگی کا قصد

ہے۔

(۴) پہلے سے موجود بچے کی صحت خراب ہونے کا شدید خطرہ ہے۔

(۵) یہ خطرہ ہو کہ فسادِ زمانہ کی وجہ سے بچے بد اخلاق اور والدین کی رسوائی



کا سبب ہوں گے۔

حضرت مولانا خالد سیف اللہ فرماتے ہیں:

ماں کے لئے ہلاکت کا خطرہ ہو، ماں کی دماغی صحت یا جسمانی معذوری یا کسی اور شدید مرض کا اندیشہ ہو، ماں بچہ کی پرورش کے لائق نہ ہو، اور کوئی متبادل نہ ہو، بچہ کے شدید امراض میں ابتلاء کا امکان ہو، دو بچوں کے درمیان مناسب فاصلہ رکھنا مقصود ہو؛ یہ اور اس طرح کے اعذار ہیں کہ ان کی وجہ سے عارضی موانع کا استعمال درست ہے۔ اس لیے فقہاء نے اس سے کمتر امر مثلاً بچوں سے متوقع نافرمانی اور بدسلوکی کے خوف سے بھی عزل کی اجازت دی ہے۔ (قاموس الفقہ:

۳۸۹-۴)

قال العلامة الحصفیؒ: (ويعزل عن الحرّة) وكذا المكاتبه نهر (باذنہا) لكن في الخانية انه يباح في زماننا لفساده قال الكمال فليعتبر عذرا مسقطا لاذنہا، وقالوا يباح اسقاط الولد اربعة اشهر ولو بلاذن الزوج۔

وقال العلامة ابن عابدينؒ: (قوله لكن في الخانية) عبارتہا علی مافی البحر و ذکر فی الكتاب انه لا يباح بغير اذنہا وقالوا فی زماننا يباح لسوء الزمان اہ۔

(قوله قال الكمال) عبارتہ فی الفتاوی ان خاف من الولد السوء فی الحرّة يسعه العزل بغير رضاها لفساد الزمان فليعتبر مثله من الاعذار مسقطا لاذنہا اہ۔ فقد علم مافی الخانية ان منقول المذهب

عدم الاباحة وان هذا تقييد من مشايخ المذهب لتغير بعض الاحكام بتغير الزمان واقره فى الفتح وبه جزم القهستاني ايضا حيث قال وهذاذالم يخف على الولد السوء لفساد الزمان والا فيجوز بلاذنها اهـ-

(تنبيه) اخذ فى النهر من هذا ومما قدمه الشارح عن الخانية والكمال انه يجوز لها سد فم رحمها كما تفعله النساء مخالفا لما بحثه فى البحر من انه ينبغى ان يكون حراما بغير اذن الزوج قياسا على عزله بغير اذنها قلت لكن فى البزازية له منع امرأته عن العزل اهـ- نعم النظر الى فساد الزمان يفيد الجواز من الجانبين فما فى البحر مبنى على ما هو اصل المذهب وما فى النهر على ما قاله المشايخ والله الموفق- (رد المحتار: ٣٨٠/٢)

## کتاب الحدود

### ماں کے ساتھ نکاح اور وطی کے سبب حدِ زنا

(۱) اگر کسی شخص نے اپنی ماں سے عقد نکاح کیا پھر اسی عقد میں اس نے ماں کے ساتھ وطی بھی کر لی در ان حالیکہ وہ اس نکاح کی حرمت کو جاننے والا تھا تو جمہور ائمہ (ائمہ ثلاثہ اور صاحبین) کے نزدیک اس پر حد جاری کی جائے گی۔ امام صاحب کے نزدیک اس پر حد جاری نہیں کی جائے گی، اگرچہ وہ یہ جانتا ہو کہ ماں کے ساتھ نکاح کرنا حرام ہے۔ البتہ سیاستاً اس کو سخت سے سخت سزا دی جائے گی؛ اور اگر وہ حکم سے ناواقف ہو اور اس حرمت کو نہ جانتا ہو تو امام صاحب کے نزدیک نہ تو اس پر حد جاری کی جائے گی اور نہ ہی تعزیراً سزا دی جائے گی، اس مسئلہ میں صاحبین اور جمہور کا قول راجح ہے اور فتویٰ بھی ان ہی کے قول پر ہے۔

ولا حد أيضا بشبهة العقد أي عقد النكاح عنده أي الامام  
كوط محرم نكحها وقالوا إن علم الحرمة حد وعليه الفتوى قلت أي  
الشامى وهذا هو الذى حرره فى فتح القدير وقال ان الذين يعتمد على  
نقلهم وتحريرهم كابن المنذر ذكروا أنه انما يحد عندهما فى ذات  
المحرم لافى غير ذلك كمجوسية وخامسة ومعتدة وكذا عبارة  
الكافى للحاكم تفيده حيث قال تزوج امرأة ممن لا يحل له نكاحها  
فدخل بها لا حد عليه وإن فعله على علم لم يحد أيضا ويوجع عقوبة  
فى قول أبى حنيفة وقالوا إن علم بذلك فعليه الحد فى ذوات المحارم

قوله (وقالا الخ) مدار الخلاف على ثبوت محلية النكاح للمحارم و عدمه فعنده هي ثابتة على معنى أنها محل لنفس العقد... و نفيها على معنى أنها ليست محلا لعقد هذا العاقد فلم يورث شبهة و تمامه فى الفتح والنهر قوله (ان علم الحرمة حد) أما إن ظن الحل فلا يحد بالاجماع ويعزر كما فى الظهيرية وغيرها- (شامى: ۳۳ / ۶)

و اذا تزوج امرأة لا يحل له نكاحها بان تزوج أمه أو ذات رحم محرم منه أو منكوحه الغير أو معتدة الغير أو مطلقة ثلاثا أجمعوا أنه إذا قال علمت أنها تحل لى أنه لا يحد ولكنه يعزر وأما إذا قال علمت أنها على حرام قال أبو حنيفة لا حد عليه ولكنه يعزر وقال أبو يوسف ومحمد والشافعى رحمهم الله بأنهما يحدان إذا علما بالحرمة وفى الواقعات قال الفقيه أبو الليث وبه نأخذ وفى السراجية وعليه الفتوى- (تاتارخانيه: ۳۶۱ / ۶)

### حد قذف

اگر کسی شخص نے دوسرے کی ماں پر تہمت لگائی تو اگر تہمت لگانے کے وقت اس کی ماں زندہ ہے تو خصومت کا حق اسی عورت (ماں) کو ہے کہ وہ تہمت لگانے والے پر حد قذف جاری کرانے کا مطالبہ کرے۔

اور اگر اس وقت ماں زندہ نہیں تھی، تو بیٹے کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی ماں پر لگی ہوئی تہمت کی حد (حد قذف) کا مطالبہ کرے، کیوں کہ اس صورت میں در

حقیقت ماں پر تہمت کی عاری بیٹے کو لاحق ہوئی ہے۔

اور اگر تہمت کے وقت ماں زندہ تھی، اور ماں کی جانب سے حد قذف کا مطالبہ ہو اس سے قبل اس کا انتقال ہو گیا تو اس صورت میں قاذف پر حد قذف جاری کروانے کا بیٹے کو لاحق نہ ہوگا، کیوں کہ احناف کے یہاں حد قذف میں میراث جاری نہیں ہوتی، اور مقذوف کی موت سے حد قذف باطل ہو جاتی ہے۔

المقذوف إما أن يكون حيا وقت القذف واما أن يكون ميتاً فان كان حيا فلا خصومة لأحد سواه ولو كان ولدا أو والد له سواء أكان حاضراً أم غائباً لأنه إذا كان حيا وقت القذف كان هو المقذوف صورة و معنى بالحاق العار به فكان حق الخصومة له.

وأما إذا كان المقذوف ميتا فإن حق الخصومة للوالد و إن علا و للولد و ان سفل لأن معنى القذف وهو الحاق العار عائد إلى الأصل و الفرع لوجود الجزئية بالنسبة للفرع و البعضية بالنسبة للأصل و قذف الانسان يكون قذفاً لأجزائه فكان القذف لاحقاً بهم من حيث المعنى و أما الميت فلا يرجع اليه معنى القذف لأنه ليس بمحل للاحاق العار به فإذا كان المقذوف حيا ثم مات فليس لأحد من هؤلاء حق الخصومة لأنه حد لا يورث كما عرفناه. (الفقه الاسلامي و أدلته: ۸۴/۶) (مکتبہ حقانیہ پاکستان)

وانما يطلبه اى الحد بقذف الميت من يقع القذح فى نسبه بسبب قذفه أى الميت وهم الأصول والفروع وان علوا أو سفلوا

ولو كان الطالب محجوباً أو محروماً من الميراث بقتل أو رق أو كفر.  
(شامی: ۱۶ / ۸۹)

ولو قال لرجل يا ابن الزاني والزانية يكون قذفاً لأبيه وأمه ان كانا حيين كان طلب الحد لهما وان كانا ميتين فطلب الحد يكون له كذا في فتاوى قاضيخان. (هنديہ: ۲ / ۲۱۵ / تاتارخانيہ: ۱۶ / ۳۹۶)  
ويحد بقذف الميت المحصن ان طالب به الوالد أو ولده ولو محروماً عن الارث (ويحد بقذف الميت المحصن) أو لميت المحصنة (ان طالب به الوالد) أو جده وان علا والتقييد بالوالد اتفاقي اذ الأم كذلك (أو الولد أو) ولد (ولده) وان سفل والأولى أن يقول ان طالب به الأصول والفروع وان علوا أو سفلوا لأن العار يلحق بهم فيكون القذف متناولاً لهم معنى. (مجمع الانهر: ۱۲ / ۳۶۷) هكذا في كتاب الفقه على المذاهب الأربعة: ۵ / ۲۰۲

### تہمت کے سبب ماں بیٹے کے درمیان حد قذف کا حکم

اگر کوئی شخص اپنی ماں پر تہمت لگائے تو اس کی وجہ سے اس پر حد قذف جاری کی جائے گی۔

(۲) لیکن اگر ماں اپنے بچے پر تہمت لگائے تو ماں پر حد قذف جاری نہیں کی جائے گی۔

رجل قذف ولده أو ولد ولده لاحد عليه وإن قذف أباه أو أمه  
أو أخاه أو عمه حد۔ (تاتارخانيہ: ۱۶ / ۳۹۵)

ولیس للولد أن يطالب بحد القذف إذا كان القاذف أباه و جدہ  
وان علا ولا أمه ولا جدته كذا فى الايضاح وإن قذف أباه أو أمه أو  
أخاه أو عمه فعليه الحد۔ (ہندیہ: ۲/۲۱۷)

وأما الذى يرجع إليهما جميعا فواحد وهو أن لا يكون القاذف  
أب المقذوف ولا جدہ وان علا ولا أمه ولا جدته وان علت فان كان  
لاحد عليه لقول الله تعالى ﴿ولا تقل لهما أف﴾ والنهى عن التأفیف  
نصاً نهى عن الضرب دلالة ولهذا لا يقتل به قصاصاً ولقوله تبارك  
وتعالى: ﴿وبالوالدين احسانا﴾ والمطالب بالقذف ليس من  
الاحسان فى شىء فکان منفيًا بالنص ولأن توقير الأب واحترامه  
واجب شرعاً وعقلاً والمطالبة بالقذف للحد ترك التعظيم والاحترام  
فکان حراماً والله سبحانه وتعالى الموفق۔ (بدائع: ۱۵/۵۰۰)

### حد سرقہ

چوری اسلام کی نظر میں برافعل ہے۔ قرآن کریم نے جس طرح زنا وغیرہ  
کی حد کو بیان کیا ہے اسی طرح سرقہ (چوری) کی حد کو بھی بیان کیا ہے۔  
والسارق والسارقة فاقطعوا أيديهما جزاءً بما كسبا نكالا من  
الله والله عزيز حكيم۔ (سورہ مائدہ: ۳۸)

کتاب وسنت نے چور کی سزا ہاتھ کاٹنا مقرر کی ہے جو غایت درجہ عادلانہ  
اور حکیمانہ سزا ہے۔ حدود کے سلسلہ میں یہ بات ملحوظ رہے کہ ادنیٰ شبہ پائے جانے  
کی وجہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے، اولاد اور والدین کا ایک دوسرے کے مال میں

چوری کرنا بھی ایسے شبہ کا حکم رکھتا ہے جس سے حد سرقہ ساقط ہو جاتی ہے۔

ولا يقطع بسرقة مال الولد وإن سفل لأن له تأويل الملك أو شبهة الملك لقوله عليه الصلاة والسلام ” أنت ومالك لأبيك“ وكذا لا يقطع بسرقة مال الأصل كالأب والجد وإن علا لوجود المباشطة فى الدخول فى الحرز أى أنه لا يقطع بسرقة من عمودى نسبه۔ (الفقه الاسلامى: ۱۶ / ۶۹)

(۱) اگر بیٹا ماں کی کوئی چیز چرائے تو اسکی وجہ سے بیٹے کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے

گا۔

(۲) اسی طرح اگر ماں اپنے بیٹے کی کوئی چیز چرائے تو ماں کا ہاتھ بھی نہیں

کاٹا جائے گا۔

(۳) ایسے شخص کا مال چوری کرنے سے جو ذی رحم محرم ہوں، حد سرقہ جاری

نہ ہوگی، جیسے سوتیلی ماں کا مال چرانا، داماد کا مال چرانا، خسر کا مال چرانا وغیرہ۔

ولا يقطع السارق من امرأة أبيه وزوج ابنته وابن امرأته وأبويها

استحساناً۔ (شامی: ۱۶ / ۱۶۱)

ذهب جمهور الفقهاء إلى أنه لا قطع فى سرقة الوالد من مال

ولده وان سفل لأن للسارق شبهة حق فى مال المسروق منه فدرئ

الحد وذلك لقوله صلى الله عليه وسلم لمن جاء يشتكى أباه الذى يريد أن يحتاج

ماله أنت ومالك لأبيك واللام هنا للإباحة لا للتملك فان مال الولد

له وزكاته عليه وهو مورث عنه ذهب جمهور الفقهاء (الحنفية



والشافعية والحنابلة) إلى أنه لا قطع في سرقة الولد من مال أبيه وان  
علا۔ (موسوعة الفقهية: ۳۰۰ / ۱۲۴)

ومن سرق من أبويه أو ولده أو ذی رحم محرم منه لم يقطع  
فالاول وهو الولاد للبسوطة في المال وفي الدخول في الحرز والثاني  
للمعنى الثانى ولهذا أباح الشرع النظر إلى مواضع الزنية الظاهرة  
منها۔ (هداية: ۵۲۹/۲)

ومن سرق من أبويه أو ولده أو ذی رحم محرم منه لم يقطع۔  
(مختارات النوازل: ۲۹۴ / ۱۲)

### رضاعی ماں کا مال چوری کرنے پر حد سرقہ

اگر حقیقی ماں کے بجائے کسی نے رضاعی ماں کی کوئی چیز چرائی تو اس کی وجہ  
سے اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا۔

وإن سرق من أمه من الرضاع أو أخته من الرضاع قطع وفرق  
أبویوسف فی الأم قال لا یقطع وفی الأخت یقطع۔ (فتاوی  
النوازل: ۲۶۳)

ولو سرق من ذی رحم محرم، لارحم له بسبب الرضاع فقد قال  
أبو حنیفة و محمد رحمهم الله یقطع الذی سرق ممن یحرم علیه من  
الرضاع کائنا من کان وقال ابو یوسفؒ إذا سرق من أمه من الرضاع  
لا یقطع، وجه قوله أن المباشطة بینهما فی الدخول ثابتة عرفاً وعادةً  
فان الانسان یدخل فی منزل أمه من الرضاع من غیر اذن كما یدخل

فی منزل أمه من النسب بخلاف الأخت من الرضاع ولهما أن الثابت بالرضاع ليس إلا الحرمة المؤبدة وانها لاتمنع وجوب القطع كما لو سرق من أم موطوئته ولهذا يقطع فی الأخت من الرضاع۔ (بدائع: ۲۱۶)

أما كونه لا يقطع عند البعض فهو قول أبي يوسف و على قولهما يقطع و هو المختار بظاهر الرواية . وقد تقدم السارق فی باب السرقة لأن الحرز فی حقهم كامل . (بحر الرائق : ۸-۳۵۶)

### کتاب التعزیر

#### تعلیم یا تادیب میں ماں کی مار سے بچہ کی موت

(۱) والدین میں سے جو بھی اپنے بچہ کو تعلیم کی وجہ سے مارے اور اس مار کے سبب بچہ مر جائے تو اس کی وجہ سے والدین پر ضمان نہیں آئے گا۔ بطور تادیب مارنے میں تو اگر باپ نے مارا ہے اور اسکی وجہ سے بچہ مر جائے تو باپ ضامن نہیں ہوگا اور اگر ماں کے مارنے سے بچہ مر گیا تو ماں پر ضمان آئے گا؛ اس لیے کہ ماں کے لیے بچہ کو تادیباً مارنے کی اجازت نہیں ہے۔

وفی القنیة له اکراه طفله علی تعلم قرآن وأدب و علم لفرضيته علی الوالدین وله ضرب الیتیم فیما یضرب ولده وأفاد أن الأم کالأب فی التعلیم بخلاف التادیب کما یاتی .

و ضمان الصبی إذا مات من ضرب أبیه أو وصیه تأدیباً أی

للتأديب عليها أى على الأب والوصى لأن التأديب يحصل بالزجر والتعريك وقال لا يضمن لو معتاداً وأما غير المعتاد ففيه الضمان اتفاقاً قوله من ضرب أبيه أو وصيه قيد بهما لأن الأم إذا ضربت للتأديب تضمن اتفاقاً وبقوله تأديباً اذ لو ضربه كل منهما للتعليم لا يضمن اتفاقاً.

ولو ضرب ابنه الصغير تأديباً إن ضربه حيث لا يضرب للتأديب أو فوق ما يضرب للتأديب فعطب فعليه الدية والكفارة وإذا ضربه حيث يضرب للتأديب ومثل ما يضرب للتأديب فكذلك عند أبي حنيفة وقال لا شئ عليه وقيل رجع إلى قولهما وعلى هذا التفصيل والوالدة إذا ضربت ولدها تأديباً لاشك أنها تضمن على قوله وعلى قولهما اختلاف المشائخ. (شامى: ١٠ / ٢١٩ - ٢٢٠ - ٢٢١)

وأما إذا ضرب الأب ولده تأديباً أو ضرب الزوج زوجته أو المعلم إذا ضرب الصبي تأديباً فتلف من التأديب المشروع فان أبا حنيفة والشافعى قالوا فى هذه الحالات أنه يجب الضمان ودليلهما عرفناه فى الحالة السابقة ولأنه تأديب مباح فيتقيد بشرط السلامة كالمرور فى الطريق ونحوه وقال مالك وأحمد والصاحبان لا ضمان عليه فى هذه الحالات لأن التأديب فعل مشروع للزجر والردع فلا يضمن التالف به كما فى الحدود.

التعزير كالحدود منوط بالامام وليس لأحد حق التعزير الا

لثلاثة الأب والسيد والزوج أما الأب فله تأديب ولده الصغير وتعزيره  
 للتعلم والتخلق بالأخلاق الفاضلة وزجره عن سيئها وللأمر بالصلاة  
 والضرب عليها عند الاقتضاء والأم مثل الأب في أثناء الحضانه  
 والكفالة وليس للأب تعزير البالغ وان كان سفيها۔ (الفقه الاسلامى  
 وأدلته: ۱۹۸/۶)

يجوز للأب والأم ضرب الصغير والمجنون زجرا لهما عن سيئ  
 الأخلاق واصلاحاً لهما (موسوعة الفقهية: ۲۶۱/۶)

بیٹے پر زیادتی اور ظلم کرنے پر ماں کو سزا دی جاسکتی ہے؟

اس کے متعلق حد قذف اور حد سرقہ میں یہ بات گذر چکی ہے کہ حد جاری  
 نہیں کی جائے گی؛ لیکن مادون الحد کوئی تعزیر ماں پر بیٹے کے حق کی وجہ سے نافذ کی  
 جائے گی یا نہیں؟ مثلاً ماں نے بیٹے پر تہمت لگائی اور حق بنوت کی وجہ سے حد جاری  
 نہ کی جائے، مگر ایسے جرم میں ماں پر کوئی دوسری تعزیر جاری ہوگی یا نہیں؟ یا مثلاً  
 سب و شتم کے ایسے الفاظ کہے جس سے تعزیر واجب ہوتی ہے تو اس صورت کا کیا  
 حکم ہے؟

اس سلسلہ میں درمختار میں ہے کہ حد قذف ساقط ہونے کے باوجود تعزیر  
 ہوگی اور سب و شتم کی وجہ سے بھی تعزیر ہوگی۔

ولا يطالب ولد وعبد أباه وسيدہ بقذف أمه الحرة المسلمة  
 وإذا سقط عنه الحد عزر بل بشتم ولده يعزر۔ (شامی: ۹۲/۶)

اس پر علامہ شامی نے لکھا ہے:

قوله (عزر) ذكره فى النهر بحثاً أخذاً مما فى القنية لوقال لاخر  
يا حرام زاده لا يحد ولو قاله الوالد لولده يعزر فاذا وجب التعزير  
بالشتم فبالقذف أولى.

یعنی بیٹے کو گالی دینے سے باپ پر تعزیر ہے تو قذف کی وجہ سے بھی تعزیر  
آئے گی، بھلے حد ساقط ہو جائے۔

پھر علامہ شامی نے نہر کے حوالہ سے صاحب بحر پر اعتراض اور اس پر  
صاحب نہر کا منع ذکر کیا ہے، اور اپنی طرف سے منع کی توجیہ بھی کی ہے۔ اور اس  
کے بعد پھر صاحب بحر کی تائید میں ایک توجیہ پیش کی ہے اور اخیر میں اس کی تردید  
میں ایک توجیہ کر کے صاحب نہر کی تائید کی ہے۔ پوری بحث اس طرح ہے:

باپ اور ماں کو تعزیر کے متعلق بحر کا اعتراض:

فقوله فى البحر وفى نفسى منه شىء لتصريحهم بأن الوالد  
لا يعاقب بسبب ولده فاذا كان القذف لا يوجب عليه شىء فالشتم  
أولى

یعنی بقول صاحب بحر: فقہاء نے صراحتاً لکھا ہے کہ الوالد لا يعاقب  
بسبب ولده اور جب قذف کی وجہ سے اس پر کچھ واجب نہیں ہوتا تو شتم کی وجہ  
سے بدرجہ اولیٰ کچھ واجب نہ ہوگا۔

صاحب بحر کی اس عبارت پر صاحب نہر نے لکھا ہے: ممنوع  
اور اس کی توجیہ علامہ شامی نے پیش کی ہے کہ:

ووجه المنع أن الأولوية بالعكس كما علمته ولا يلزم من

سقوط الحد بالقذف سقوط التعزیر به لسقوط الحد بشبهة الأبوة لكون الغالب فيه حق الله تعالى بخالف التعزیر ولأنه لا يلزم من سقوط الأعلى سقوط الأدنى۔

یعنی حد اور تعزیر میں جاری ہونے اور نہ ہونے میں اولویت کا قاعدہ برعکس ہے اور یوں کہا جائے گا کہ اعلیٰ یعنی حد قذف کے ساقط ہونے سے ادنیٰ یعنی تعزیر بھی ساقط ہو یہ ضروری نہیں۔ اور حد قذف حق اللہ ہے جو شبہ سے ساقط ہو جاتا ہے جبکہ تعزیر حق العبد ہے وہ کیوں کر ساقط ہو؟

صاحب بحر پر صاحب نہر کے منع کی اس توجیہ و تفصیل کے بعد پھر علامہ شامی صاحب بحر کی تائید میں ایک اعتراض کرتے ہیں کہ فقہاء کا قول لایعاقب الوالد بسبب ولده مطلق اور عام ہے، اس میں حد اور تعزیر دونوں شامل ہے، لہذا باپ اور ماں پر تعزیر بھی نہ ہونی چاہئے اور فقہاء کے اس قول کے مطابق پھر صاحب بحر کی بات ہی ثابت ہوگئی؛ لیکن اسکے بعد علامہ شامیؒ اس اعتراض کا جواب دیتے ہیں کہ قاضی اگر باپ پر عقوبت اور تعزیر اس اعتبار سے جاری کرے کہ باپ نے یا ماں نے اللہ کے حکم کی مخالفت کی ہے نہ کہ حق ولد کی وجہ سے تو یہ درست ہونا چاہئے۔

لکن لایخفی أن قولهم لایعاقب الوالد بسبب ولده یشمل التعزیر لأنه عقوبة فبقی توقف صاحب البحر علی حاله و قد یجاب بأن القاضی لم یعاقبه لأجل ولده بل لمخالفته أمر الله تعالى (شامی):

## کتاب القضاء والتحکیم

اولاد اور والدین کا فیصلہ ایک دوسرے کے حق میں نافذ نہ ہوگا

- (۱) اگر بیٹا اپنے والدین کے حق میں فیصلہ کرے تو یہ فیصلہ نافذ نہیں ہوگا۔  
 (۲) اسی طرح اگر والدین اپنے بیٹے کے حق میں فیصلہ کریں تو ان کا فیصلہ بھی نافذ نہیں ہوگا۔

اولاد اور والدین کا فیصلہ ایک دوسرے کے خلاف نافذ ہوگا

- (۳) اگر بیٹا اپنی ماں کے خلاف فیصلہ کرے تو یہ فیصلہ نافذ ہو جائے گا۔  
 وکل من لاتجوز شهادة القاضی له کالوالدین والمولودین و  
 الرقیق والزوجة لایجوز قضاء القاضی له وهذا عندنا. (تاتارخانیہ:  
 ۱۶۱۱)

قال رحمہ اللہ تعالیٰ وبطل حکمہ لأبویہ وولده وزوجته  
 کحکم القاضی بخلاف حکمہ علیہم أی یبطل حکم الحاکم  
 لهؤلاء کما یبطل حکم الحاکم لهم بخلاف حکمہ علیہم لأنه یتهم  
 بحکمہ لهم فیبطل دون حکمہ علیہم وهذا کالشهادة حیث لایجوز  
 لهم ویجوز علیہم لما ذکرنا۔ (تبیین الحقائق: ۱۵ / ۱۲۰) دار الکتب  
 العلمیہ بیروت لبنان)

ولایصح حکمہ لأبویہ وولده وزوجته کحکم القاضی بخلاف  
 حکمہما أی القاضی والمحکم علیہم حیث یصح کالشهادة.

(شامی: ۱۲۹/۸)

لايجوز قضاء القاضى له لأن القضاء له قضاء لنفسه من جهة فلم يكن القضاء مجردا وانما فيه تهمة فلا يصح القضاء وعليه فلايجوز للقاضى أن يقضى لنفسه ولا لأبويه وان علو ولا لزوجته ولا لأولاده وان سفلو۔ (الفقه الاسلامى وأدلته: ۴۱۱/۶)

وكل من لاتجوز شهادة القاضى له لايجوز القضاء له كالوالدين والمولودين والزوجة والزوج عندنا كذا فى شرح الطحاوى۔ (هنديه: ۴۰۴/۳)

ويحوز أن يقضى عليهم لأنه لو شهد عليهم لحاز فكذا القضاء۔ (الموسوعة الفقيه: ۳۲۶/۳۳)

جس طرح بیٹے کا فیصلہ ماں کے حق میں معتبر نہیں اسی طرح اگر کسی معاملہ میں بیٹے کو حکم اور فیصلہ بنا دیا جائے تو اس صورت میں بھی بیٹے کا فیصلہ ماں کے حق کے نافذ نہیں ہوگا۔

ولا يصح حكمه لأبويه وولده وزوجته كحكم القاضى بخلاف حكمهما أى القاضى والمحكم عليهم حيث يصح كالشهادة۔ (شامی: ۱۲۹/۸)



## کتاب الشہادت

حقیقی ماں بیٹے کی گواہی ایک دوسرے کے حق میں قبول نہیں۔

(۱) اگر بیٹا اپنی ماں کے حق میں گواہی دے تو اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی،

(۲) اگر ماں اپنے بیٹے کے حق میں گواہی دے تو ماں کی گواہی بھی بیٹے کے حق میں قبول نہیں کی جائے گی۔

لا تقبل شهادة الرجل لوالديه وجده وجدته وولده وولد ولده  
وان سفل۔ (فتاویٰ سراجیہ: ۵۰۱)

ولا يجوز شهادة الولد لوالده، ولا شهادة الوالد لولده ولا شهادة  
الزوج لزوجته ولا شهادة المرأة لزوجها۔ (تاتارخانیہ: ۴۴۳/۱۱)  
هكذا في فتاوى النوازل: ۳۹۵

أجمع الفقهاء على أن التهمة ترد بها الشهادة والتهمة أن يجلب  
الشاهد إلى المشهود له نفعاً أو يدفع عنه ضرراً فلا تجوز شهادة  
الوالد لولده وولد ولده ولا شهادة الولد لأبويه وأجداده۔ (الفقه  
الاسلامی وأدلته: ۴۸۶/۶)

قال رحمه الله (والولد لأبويه وعكسه وأحد الزوجين للآخر  
والسيد لعبده ومكاتبه) لقوله عليه الصلاة والسلام لا تقبل شهادة الولد  
لوالده ولا الوالد لولده ولا المرأة لزوجها ولا الزوج لامرأته ولا العبد

لسيده ولا المولى لعبده ولا الأجير لمن استأجره۔ (تبيين الحقائق:  
/۱۷۳/۵) (بحر الرائق: ۱۳۵/۷ / ہندیہ: ۵۰۶/۳ / المحيط البرہانی:  
۱۶۹/۱۳)

### رضاعی ماں بیٹے کی ایک دوسرے کے حق میں قبول ہوگی۔

(۳) اگر بیٹا اپنی رضاعی ماں کے حق میں گواہی دے تو اسکی گواہی قبول کی  
جائے گی۔

(۴) اسی طرح سے اگر ماں اپنی رضاعی اولاد کے حق میں گواہی دے تو  
اسکی گواہی بھی قبول کی جائے گی۔

وتجوز شهادة الرجل لولده ولو اليه من الرضاعة۔ (ہندیہ:  
۵۰۶/۳)

وتجوز شهادة الرجل لمن ارضعته امرأته ولأبويه من الرضاعة  
وكذلك تقبل شهادته لأخيه۔ (تاتارخانیہ: ۴۴۲/۱۱)

وتجوز شهادة الرجل لمن ارضعته امرأته ولأبويه من الرضاعة  
لأن الرضاع تأثيره في الحرمة خاصة دون ماسواها من الأحكام ألا  
ترى أنه لا يستحق بها النفقة والارث فكذلك حكم الشهادة وحقية  
الفقه في ذلك أنه ليس لأحدهما تأويل ملك ولا يسقط يده في مال  
صاحبه فلم يتمكن التهمة في هذه الشهادة فقبلت كما في  
الاجانب۔ (محيط البرہانی: ۱۶۹/۱۳)

قوله ومن محرم رضاعاً قال فى الأفضية نقبل لأبويه من الرضاع  
ولمن أرضعته امرأته وأبيها۔ (شامى: ۱۸ / ۱۹۰)

## ماں بیٹے کی گواہی ایک دوسرے کے خلاف قبول ہوگی

(۵) اگر بیٹا اپنی ماں کے خلاف گواہی دے مثلاً ماں پر کسی نے چوری کا  
الزام لگایا اور بیٹا بھی یہ گواہی دیتا ہے کہ ماں نے چوری کی ہے تو بیٹے کی گواہی قبول  
کی جائے گی۔

(۶) اسی طرح اگر ماں اپنے بیٹے کے خلاف گواہی دے تو ماں کی گواہی بھی  
قبول کی جائے گی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَى  
أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدِينَ وَالْأَقْرَبِينَ۔ (سورة النساء: ۱۳۵)  
وتجوز شهادته على أبويه وأولاده۔ (تاتارخانيه: ۱۱ / ۴۴۲)

## مآخذ ومراجع

رد المحتار على الدر المختار
الفتاوى الهنديه
البحر الرائق
تبيين الحقائق
بدائع الصنائع
الفقه الاسلامى وادلته
الموسوعة الفقهيه
الفتاوى التاتارخانيه
الفتاوى العالمكيريّه
الجنايات فى الفقه الاسلامى
أوجز المسالك
كتاب الفقه على المذاهب الأربعة
هداية
مختارات النوازل

خلاصة الفتاوى
فتاوى النوازل
الفتاوى السراجيه
المحيط البرهاني
احكام الصغار
مجمع الأنهر
فقه السنه
مرقات المفاتيح
شعب الإيمان
ترمذى شريف
السنن الكبرى للبيهقي
حجة الله البالغه
كامل برهان الهى
كتاب النوازل
فتاوى قاسميه
قاموس الفقه
لسان العرب
القاموس الفقهي

النهر الفائق
اعلاء السنن
خواتین کے مسائل اور ان کا حل
آپ کے مسائل اور ان کا حل
فتح القدیر
المبسوط للسرخسی
مسلم شریف
السراجی فی المیراث
قاموس الفقہ
احسن الفتاوی
التفسیر المظہری
کتاب الآثار

